امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

# ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۱۵؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۸؍نومبر ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر-44

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ اداریہ، یادوں کے چراغ
■ اصلاح امت کے چھ قرآنی اصول
■ عہد نبوی میں تعلیم نسواں
■ زندہ اور متحرک قومیں
■ تنقید اور تعریف میں احتیاط برتنی چاہئے
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

## خود کو بَرَتنے کا ہُنر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

شخصیت کی تشکیل اور ارتقاء (پرسنالٹی ڈولپمنٹ) کے کام نے ان دنوں ایک فن کی شکل اختیار کر لی ہے، باضابطہ اس کے لیے کیمپ لگائے جاتے ہیں، محاضرات ہوتے ہیں، اور بڑی بڑی رقمیں اس پر خرچ کی جاتی ہیں، شرکاء کو بتایا جاتا ہے کہ اپنی شخصیت کی تشکیل، ارتقاء اور مارکیٹنگ کے لیے کیا کچھ کرنا ضروری ہے، بہت لوگ اس فن سے واقفیت کے بعد بڑے بڑے کام کرنے اور اپنی شخصیت منوانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں بنیادی بات یہ ہے کہ جب آپ کسی کے سامنے پیش ہوں، موقع سمینار، سمپوزیم، جلسے جلوس یا انٹرویو کا ہو تو اپنے خیالات مجتمع کر لیں، شخصیت کو سب سے زیادہ نقصان انتشار ذہنی، عجلت پسندی اور بے سوچے سمجھے اپنی بات رکھنے سے پہونچتا ہے، آپ کہیں انٹرویو کے لیے جا رہے ہیں، کسی سمینار اور سمپوزیم میں آپ کی شرکت ہونی ہے، تو وہاں کے حالات اور انٹرویو لینے کی ذہنیت کا پتہ چلا لینا کامیابی کا پہلا زینہ ہوتا ہے، جس کمپنی میں آپ جا رہے ہیں وہاں کے مالکان کی ذہنیت اور ماحول سے واقفیت بھی آپ کے لیے انتہائی ضروری ہے، ماحول کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کا اندرونی ماحول مشرقی تہذیب سے متاثر ہے یا مغرب کی بے راہ روی کا بول بالا ہے، جسے آج کی اصطلاح میں ''کھلا پن'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، جو سوالات کیے جائیں اس کے جواب میں عجلت سے کام نہ لیں، سوال کرنے والے کی نفسیات کی تسکین کے لیے اسے بہتر سوال قرار دے کر سوچنے کا تھوڑا وقت آپ کو مل سکتا ہے، آپ کسی ایسے جملے کا بھی استعمال کر سکتے ہیں جو ذو معنی اور مجمل ہوں، اس جملے کی تہہ تک انٹرویو لینے والا جب تک پہونچے، آپ اس کو صحیح جواب دینے کی پوزیشن میں ہو جائیں، آپ سوال کرنے والے سے تھوڑا وقت غور وفکر کے لیے بھی مانگ سکتے ہیں، لیکن کبھی اس کا اثر الٹا ہو جاتا ہے، اس لیے بہت سوچ سمجھ کر اس جملے کا استعمال کریں۔

ممکن ہے سوال کرنے والے نے جو بات پوچھی ہے وہ آپ کے نظریہ کے خلاف ہے، ایسے میں اگر سیدھے سیدھے آپ نے اپنا نظریہ بیان کرنا شروع کر دیا تو انٹرویو لینے والے کی انا کو ٹھیس پہونچ سکتی ہے، انا کو ٹھیس پہونچنے کا مطلب آپ کی ناکامی ہے، کیوں کہ ہر انٹرویو لینے والا اپنے کو بڑا سمجھتا ہے، بعض بعض میں بڑے پن کا یہ احساس اتنا شدید ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو ''عقل کل'' کا مالک سمجھنے لگتا ہے، ایسے میں ضروری ہے کہ آپ اپنا نظریہ اس انداز میں رکھیں کہ بلا واسطہ اس کی سوچ پر حملہ نہ ہو، آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں اس بات کو الگ انداز میں دیکھتا ہوں اور آپ اجازت دیں تو میں اپنے نظریات کو آپ سے شیئر کر سکتا ہوں، گفتگو میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ آپ ''باتونی'' بن کر سامنے نہ آئیں، بہت بولنا بھی آپ کی شخصیت کو کمزور کرتا ہے، بولنے میں سامنے والے کی عزت واحترام کا خیال بھی بہت ضروری ہے، بدزبانی بدکلامی، گالی گلوج کسی شریف آدمی کا کام نہیں ہے، بولنے کے مقابل خاموشی زیادہ مناسب ہے، خاموشی بھی کبھی کبھی وجہ قتل بن جاتی ہے، اس لیے اعتدال وتوازن ہی بہتر ہے، نہ زیادہ بولیے اور نہ بالکل چپ رہیے، حدیث میں ''خیر الامور اوسطھا'' کہا گیا ہے۔

ایک بنیادی بات یہ بھی ہے کہ ناکامی کا خوف دل سے نکال دیجئے آپ کی کامیابی اسی وقت طے ہو جاتی ہے جب آپ کے ذہن ودماغ سے ناکامی کا خوف نکل جاتا ہے، یہ خوف آپ کو پژمردہ، بے حوصلہ اور جوش وجذبہ سے عاری کر کے چھوڑ دیتا ہے، اسلئے ناکامی کے خوف کی نفسیات سے باہر آیئے اور خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ ناکامی کا مطلب ہے کہ کامیابی کے لیے کوشش صحیح ڈھنگ سے نہیں کی گئی، آپ کے اندر حوصلہ کی آگ ہونی چاہیے، کچھ کر گزرنے کا جنون ہونا چاہیے، یہ جنون آپ کو کامیابی تک پہونچا کر دم لے گا، ہو سکتا ہے اس میں کئی ماہ وسال لگ جائیں، ذہن میں یہ بات بھی رکھنی چاہیے کہ خواہشوں کی تکمیل فوراً ہو جائے ضروری نہیں، جلد خواہشات پورے کرنے کی لگن بھی کبھی ناکامی اور ہزیمت کا سبب بن جاتا ہے، ایک پودے کو تناور درخت بننے اور بیج سے انکوڑے نکلنے کے لیے جو وقت درکار ہے اس کو کسی اور طریقے سے آپ بدل نہیں سکتے، پرائمری سے ایم اے تک پہونچنے کے لیے آپ کی خواہش کے ساتھ ماہ وسال کو بھی دخل ہے، اس کو آپ روپے وغیرہ سے پارٹ نہیں سکتے، بہت سارے کام میں مال ودولت سے زیادہ وقت کی اہمیت ہوتی ہے۔

اپنا ہدف مقرر کرتے وقت اپنی پسند کا بھی خیال رکھیں، صرف گارجین کے کہنے سے کوئی ہدف مقرر نہ کریں، اس میں آپ کی دلچسپی کس قدر ہے اس کا پورا پورا خیال رکھیں، دوسروں کے مشورے اور گارجین کی رائے اگر آپ کی پسند اور دلچسپی کے خلاف ہے تو کامیابی میں رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ جب آپ اپنی پسند اور دلچسپی سے کسی کام یا مطالعہ کے لیے کسی موضوع کا انتخاب کریں گے تو آپ پُر جوش ہوں گے اور آپ کا پر جوش ہونا ہدف تک پہونچنے میں معاون ہوگا، نپولین بونا پارٹ کا قول ہے کہ ناممکن کچھ نہیں ہے، ہر کام ممکن ہے، ایسا ہو سکتا ہے کامیابی تک پہونچتے پہونچتے بہت سارے خدوخال بدل چکے ہوں۔

آپ جو کچھ کر رہے ہیں، یا کرنا چاہتے ہیں، اس سے تمام لوگ متفق ہوں، عملی زندگی میں ایسا نہیں ہوتا، آپ سے جو بغض وعداوت رکھتا ہے یا آپ کے بارے میں اس کے دل میں نفرت بھری ہوئی ہے وہ آپ کی مخالفت کرے گا، یہ آپ کا کمال ہے کہ منطقی اور مثبت انداز میں آپ اپنی بات منوانے میں کامیاب ہو جائیں، مزاج کی نرمی، دوستانہ روابط کے ذریعہ ایسا ہو سکتا ہے، ایسے موقع سے غصہ بھی بہت آتا ہے، اس پر قابو پانا انتہائی ضروری ہے کیوں کہ لوہا جتنا گرم ہو جائے ہتھوڑا کو ٹھنڈا ہی رہنا چاہیے، ورنہ لوہے کی طرح اس کے گلنے کا عمل شروع ہو جائے گا اور وہ اپنا وجود ہی کھو بیٹھے گا۔

کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ سامنے والے نے آپ کی عزت نفس کا خیال نہیں رکھا، ایسے میں آپ کی قوت برداشت اس قدر ہونی چاہیے کہ آپ اسے جھیل سکیں، یہ بات بھی یاد رکھیے کہ عزت واحترام کسی کے دینے سے نہیں ملتی، اللہ جسے چاہتا ہے، عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، اسباب کے درجہ میں غور کریں تو آپ کی قابلیت، صلاحیت، کام کرنے کی لگن، کچھ کر گزرنے کے جذبے سے عزت ملا کرتا ہے، جس نے آپ کو بُرا بھلا کہا اس نے اپنی ذہنیت آپ کے سامنے رکھ دی، اس سے آپ کا کچھ نہیں بگڑا، آپ نے برداشت کیا، اس سے لوگوں پر آپ کے جوہر کھلے۔

ہدف کو پانے اور مقاصد کے حصول میں سستی اور کاہلی بڑی رکاوٹ ہے، نیند جسم کی کارکردگی کو بڑھاتا ہے، لیکن بڑا وقت سو کر گزار دینا آپ کے کام کرنے کی صلاحیت اور وقت دونوں کو برباد کرتا ہے، آپ کا جو خواب ہے اسے پورا کرنے کے لیے آپ کا جاگنا انتہائی ضروری ہے، اے پی جے عبد الکلام نے کہا تھا کہ خواب وہ نہیں ہیں، جو آپ سوئے میں دیکھتے ہیں، خواب وہ ہیں جن کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے آپ راتوں کو جاگ کر گذارتے ہیں۔

ہدف کو پانے کے لیے یک سو ہو کر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، یک سوئی کو نقصان پہونچانے میں تناؤ اور ٹینشن کا اہم رول ہوتا ہے، اس لیے تناؤ سے ہر حال میں بچنا ضروری ہے، کیوں کہ وہ دماغ کے اس حصہ کو متاثر کرتا ہے جسے ہم ''ورکنگ میموری'' کہا کرتے ہیں، ورکنگ میموری کی حیثیت سادے بورڈ کی ہوتی ہے، جب یہ تناؤ، فکر مندی، جذبات اور اس سے متعلق تصویروں سے بھر جاتا ہے تو دماغ کام کرنا بند کر دیتا ہے، آپ نے بارہا لوگوں کو کہتے سنا ہوگا کہ ''میرا دماغ کام نہیں کر رہا ہے'' تناؤ کی وجہ سے ہمارا ذہن سوچنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے، مزاج میں چڑچڑاپن جھنجھلاہٹ اور بلا وجہ غصہ آنے لگتا ہے۔ ایسے میں آپ کا یکسو ہونا انتہائی ضروری ہوگا، یکسوئی سے آپ کے اندر صوفیاء کی اصطلاح میں ''خلوت در انجمن'' کی کیفیت پیدا ہوگی اور مجمع میں بیٹھ کر بھی آپ اپنے ہدف، منصوبے اور منزل تک پہونچنے کے اسباب وعلل پر غور کر سکتے ہیں، اس کے لیے صوفیاء کے یہاں مختلف قسم کے مراقبے اور سائنسدانوں کے یہاں کسرت اور ریاضت کے آسان طریقے بتائے گئے ہیں، اس کے کرنے سے انسان تناؤ سے پاک زندگی گزارنے پر قادر ہو جاتا ہے اور اسے خیالات مجتمع کرنے کا ہنر آجاتا ہے۔ (بقیہ صفحہ: ۱۲؍ پر)

### اچھی باتیں

□ اس سے فرق نہیں پڑتا کہ آپ کتنے قیمتی، کتنے قابل، اور کتنے اہم ہیں، اگر آپ ناقدروں کے ہاتھ لگ گئے تو آپ کی کوئی حیثیت نہیں ہے □ ہر چیز کا صدقہ ہوتا ہے اور عقل کا صدقہ یہ ہے کہ جاہل کی بات کو برداشت کیا جائے □ اللہ ناراض ہو تو روٹی نہیں چھینتا! بلکہ سجدے کی توفیق چھین لیتا ہے □ غلط فہمیاں دور نہ کی جائیں تو وہ نفرتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں، ''بھروسہ'' لفظ چھوٹا سا ہے، لیکن ثابت کرنے میں پوری زندگی لگ جاتی ہے □ بولنے سے پہلے تک لفظ انسان کے غلام ہوتے ہیں، اور بولنے کے بعد انسان اپنے الفاظ کا غلام بن جاتا ہے □ اگر آپ کی بحث بدتمیز شخص سے ہو تو ہار مان لینی چاہئے کیوں کہ آپ کی آواز کتنی ہی دمدار ہو آپ ایک کتے سے اچھا بھونک نہیں سکتے'' (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

### بلا تبصرہ

دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی پارٹی اقتدار میں رہتی ہے اس کا یہ تیور رہتا ہے کہ وہ اپنی حصولیابیاں گناتی ہے کہ کتنے کام کیے، کتنے مسائل حل کیے، کتنے لوگوں کو روزگار دیا، کتنے لوگوں کی غربت دور کی وغیرہ وغیرہ، لیکن بی جے پی کبھی انتخاب کے وقت ایسا کچھ نہیں کرتی، اس کا ایک ہی راگ ہوتا ہے، ملک میں یونی فارم سول کوڈ نافذ کریں گے، در اندازوں کو باہر کر دیں گے، لو جہاد روکیں گے وغیرہ وغیرہ۔ ابھی جھارکھنڈ میں اسمبلی انتخاب ہونے کو ہے اس لیے وہاں بھی یہی سب چل رہا ہے، بی جے پی کا پورا فوکس ریاست میں فرقہ وارانہ خطوط پر ووٹوں کو متحد کرنے پر ہے، اس لیے ہر چھوٹا بڑا لیڈر رو ہی کر رہا ہے، نیز قبائلوں اور غیر قبائلوں کے بیچ بھی نفرت کی دیوار کھڑی کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ (اداریہ: قومی تنظیم، ۶؍نومبر ۲۰۲۴ء)

# اللہ کی باتیں ۔رسول کی باتیں

**مولانا رضوان احمد ندوی**

## فکروعمل میں اعتدال وتوازن اختیار کیجئے

’’آپ کہہ دیجئے: اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کے خیالات پر نہ چلو جو پہلے خود گمراہ ہوچکے ہیں اور بہتوں کو گمراہ کرچکے ہیں اور وہ سیدھے راستہ سے بھٹکے ہوئے تھے، بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر داؤدؑ اور عیسیٰؑ بن مریم کی زبان پر لعنت ہوچکی ہے، یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرجاتے تھے، وہ ایک دوسرے کو اس برائی سے روکتے نہیں تھے، جس کا وہ ارتکاب کرتے تھے، یقیناً ان کا یہ عمل بہت برا تھا‘‘ (مائدہ:۷۹)

**مطلب**: عقیدہ وعمل اور فکرونظر میں اعتدال وتوازن اختیار کرنے والے لوگ دنیا وآخرت میں ترقی سے ہمکنار ہوتے ہیں، اگر اس میں بے اعتدالی برتی گئی یا مقررہ حد سے تجاوز کیا تو زندگی کی راہیں پر پیچ ہوجاتی ہیں اور انسان ضلالت وگمراہی میں مبتلا ہوجاتا ہے، ماضی میں عیسائیوں اور یہودیوں نے اللہ کے رسولوں کی تعظیم وتکریم کے بجائے افراط وتفریط کا رویہ اختیار کیا، کسی نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنادیا تو کسی نے ان کو خدا کا رسول ہی ماننے سے انکار کردیا، یہود تو یہ کہہ دیا کہ حضرت عزیزؑ اللہ کے بیٹے ہیں اس اعتقادی غلو کی وجہ سے وہ صراط مستقیم سے دور جاپڑے کیونکہ یہ دونوں اللہ کی قائم کی ہوئی حدود سے تجاوز کرگئے، کیونکہ انبیاء کی تعظیم کی حد یہ ہے کہ ان کو خلق خدا میں سب سے افضل جانے، اس حد سے آگے بڑھ کر انہیں خدا کا بیٹا کہنا اعتقاد میں غلو کرنا ہے، چنانچہ قرآن مجید نے اس آیت کی روشنی میں امت محمدیہ کو ہدایت دی کہ تم ان قوموں کی روش ہرگز اختیار نہ کرنا اور اہل کتاب کی طرح دین میں غلو سے بچنا اپنے بزرگوں کو اس کے اور رسول کو خدا کے درجہ میں نہ کرنا، ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا کہ حق تعالیٰ نے انسان کی اصلاح وتربیت کے لئے دو سلسلے رکھے، ایک کتاب اللہ اور دوسرے رجال اللہ، جن میں انبیاء علیہم السلام اور پھر ان کے نائبین علماء ومشائخ داخل ہیں، رجال اللہ کے اس سلسلہ کے متعلق زمانہ قدیم سے دنیا افراط وتفریط کی غلطیوں میں مبتلاء رہی ہے اور مذاہب میں جتنے فرقے پیدا ہوئے وہ سب اسی ایک غلطی کی پیداوار ہیں کہ کہیں ان کو حد سے بڑھا کر رجال پرستی تک کی نوبت پہونچادی گئی اور کہیں ان سے بالکل قطع نظر کرکے حسبنا کتاب اللہ کو غلط معنی پہنا کر اپنا شعار بنالیا گیا، ایک طرف رسول کو بلکہ پیروں کو بھی عالم الغیب اور خاص خدائی صفات کا مالک سمجھ لیا گیا اور پیر پرستی بلکہ قبر پرستی تک پہونچ گئے، دوسری طرف اللہ کے رسول کو بھی محض ایک قاصد اور چٹھی رساں کی حیثیت دیدی گئی، آیت متذکرہ میں رسولوں کی توہین کرنے والوں کو بھی کافر قرار دیا گیا اور ان کو حد سے بڑھا کر خدائے تعالیٰ کے برابر کہنے والوں کو بھی کافر قرار دیا گیا، آیت ’’لاتغلو فی دینکم‘‘ اسی مضمون کی تمہید ہے۔(معارف القرآن:۲۱۲/۳)

مذکورہ آیت کے دوسرے جزو میں بنی اسرائیل کے علماء ورہبان کے متضاد عمل کا تذکرہ کیا گیا کہ وہ لوگوں کو برائی سے نہیں روکتے تھے، بسا اوقات وہ بھی اس برائی میں شریک کار ہوجاتے، قرآن مجید نے قیامت تک آنے والی نسلوں کو ہدایت دی کہ جو طاقت وقوت رکھتا ہو وہ برائی کو روکنے کی کوشش کرے، مگر افسوس ہے کہ آج مسلمان بھی اس معاملہ میں کوتاہی برت رہے ہیں، ان کے اندر سے برائی کو روکنے کا جذبہ ختم ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے دنیا برائیوں کی آماجگاہ بنتی جارہی ہے، لہٰذا ان آیتوں سے ہمیں سبق لینا چاہئے اور ایک داعی امت کی حیثیت سے زندگی گذارنی چاہئے۔

## کامیاب زندگی کا راز

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس کو دیکھو جو تمہارے نیچے ہے اور اس کو نہ دیکھو جو تمہارے اوپر ہے، کیونکہ اس رویہ سے اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ تم اپنے اوپر خدا کی نعمتوں کو حقیر نہ سمجھو‘‘ (صحیح مسلم شریف)

**وضاحت**: اللہ تعالیٰ کائنات کے پورے نظام کو فطرت انسانی کے مطابق چلا رہے ہیں یہ موسم کی تبدیلی، سورج کی تمازت اور گرمی میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کی حلاوت، یہ سب کچھ ایک فطری نظام کے تحت گردش کرتے رہتے ہیں، اس میں کسی انسانی کاوش کو کوئی دخل نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال ودولت اور جاہ ومنصب کی نعمت عطا کی اور کسی کو اس سے محروم رکھا یا کسی کو کچھ زیادہ دیا اور کسی کو کم، یا کسی کو ایک چیز دی اور کسی کو دوسری چیزیں، یہ بھی اللہ نے اپنی حکمت ومصلحت پر رکھا، اب حکم دیا گیا کہ جس کے پاس کم ہے وہ اپنے سے اوپر والے کا تقابل نہ کرے، کیونکہ اگر وہ اپنے سے اوپر والے کو للچائی نظروں سے دیکھے گا تو اس کے اندر بے چینی اور اضطراب پیدا ہوگا پھر اس کے نتیجہ میں ناشکری کا احساس ابھرے گا اور آخر میں سکون کی نعمت سے محروم ہوجائے گا، ہاں اگر وہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھے گا تو اس کے اندر اپنے اندر کی نعمت پر شکر بجالائے گا کہ اللہ نے ہم کو صحت وتندرستی کی نعمت عطا کی، لیکن فلاں شخص صاحب ثروت ہونے کے باوجود صحت وتندرستی کی نعمت سے محروم ہے، یا اس کے پاس سامان عیش وطرب کے باوجود اس کے استعمال سے عاجز ہے، تو پھر اس کے اندر شکر وامتنان کا جذبہ پیدا ہوگا اور اسے قلبی سکون میسر ہوگی، بعض سیرت نگاروں نے حضرت شیخ سعدیؒ کا ایک واقعہ لکھا کہ وہ ننگے پاؤں کہیں جارہے تھے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو جوتا پہنے ہوئے دیکھا، اب ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ نے ان کو جوتا دیا اور مجھے بغیر جوتا کے رکھا، وہ اسی تصور وخیال میں گم تھے کہ سامنے ان کی نظر ایک ایسے شخص پڑی جو لنگڑا تھا، اب ان کے اندر کا احساس جاگ اٹھا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے ہمیں اس سے بہتر بنایا کہ دو تندرست پاؤں عطا کئے، اگر انسان زندگی کے ہر میدان میں اس پہلو پر غور کرے تو وہ اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ اگر وہ کسی ایک نعمت سے محروم ہے تو اللہ نے اس کو کوئی دوسری نعمت ضرور عطا کی ہے، اگر وہ ان نعمتوں پر شکر گذار بن جائے تو وہ ہر طرح کی الجھنوں سے محفوظ رہے گا اور سکون وعافیت کی زندگی بسر کرے گا، البتہ اگر کوئی اللہ کی دی ہوئی توانائی اور قوت کو بروئے کار لائے، محنت ومجاہدہ سے اللہ کے فضل کو تلاش کرے اور اللہ سے عافیت کی دعا کا طلبگار بنا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی کاوشوں کو اس کے فائدے کے حد تک ضرور عطا فرماتے ہیں، یہی ہے کامیاب زندگی کا راز اور اسی سے ہم ترقی کے منازل طے کرسکتے ہیں۔

# دینی مسائل

**مفتی احتکام الحق قاسمی**

## کرسی پر نماز کی شرعی حیثیت

**س**: کیا کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا شرعاً درست ہے؟

**ج**: ۱۔ایسا مریض جو قیام، رکوع اور سجود کی ادائیگی پر قادر ہو اس کے لئے کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنا شرعاً جائز نہیں ہے، اس کی نماز نہیں ہوگی، گرچہ اس کی ادائیگی میں تھوڑی بہت دقت ودشواری ہو:

’’والأصل من هذا الباب أن المريض إذا قدر على الصلاة قائماً بركوع وسجود فإنه يصلي المكتوبة قائماً بركوع وسجود فلايجزيه غيرذٰلک‘‘ (الفتاویٰ التاتارخانية: ۲/۶۶۷)

’’فإن لحقه نوع مشقة لم يجز ترک ذلک القيام‘‘ (الفتاویٰ الهندية: ۱/۱۳۶)

۲۔اسی طرح اگر مریض قیام ورکوع پر قادر نہ ہو لیکن کسی بھی طرح بیٹھ کر زمین پر سر ٹکا کر سجدہ کرنے پر قادر ہو تو ایسا مریض زمین پر بیٹھ کر سجدہ کے ساتھ ہی نماز ادا کرے، اس کے لئے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اس کی نماز نہیں ہوگی: ’’إن عجز عن القيام وقدر على القعود فإنه يصلي المكتوبة قاعداً بركوع وسجود ولا يجزيه غيرذلک‘‘ (الفتاویٰ الهندية: ۲/۶۶۷)

۳۔ایسا مریض جو قیام ورکوع وسجود پر قادر نہ ہو البتہ وہ کسی بھی طرح زمین پر بیٹھ سکتا ہو تو ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ جس طرح بھی زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے میں سہولت ہو، اس طرح زمین پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرے، اس صورت میں کرسی کا استعمال خلاف اولیٰ ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس صورت میں کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرے تو بھی جائز ہے اس کی نماز ہوجائے گی: إذا تعذر على المريض القيام صلىٰ قاعداً ،يركع ويسجد، فإن لم يستطع الركوع والسجود أومئ إيماء .يعني قاعداً . ( مختصر القدوری مع حاشيةالتنقيح الضروری : ۳۳)

(وإن تعذرا) ليس تعذرهما شرطاً بل تعذر السجود كاف(لاالقيام أومأقائداً)وهوأفضل من الإيماء قائماً لقربة من الأرض (الدرالمختار) لأن ركنية القيام للتوصل إلى السجود ،فلايجب دونه.(ردالمحتار: ۲/۵۶۷،۵۶۸)

مذکورہ صورت میں اگر مریض کسی بھی طرح زمین پر بیٹھنے پر قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرسکتا ہے شرعاً جائز ودرست ہے: قال في المحيط: لايجد مكاناًجافاً أو كانت الدابةجموحاً لونزل لايمكنه ركوبهاإلا بعناء وكان شيخاً كبيراً لايمكنه أن يركب فلايجد من يعينه على الركوب فتجوز صلاة الفرض على الدابة (تبيين الحقائق: ۱/۱۷۷)

۴۔جو شخص نماز میں قیام ورکوع پر قادر ہو لیکن زمین پر سر ٹکا کر سجدہ کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اس پر قیام ورکوع فرض ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے.....ائمہ احناف کا مشہور قول یہ ہے کہ ایسے شخص سے قیام ورکوع کی فرضیت ساقط ہے:(وإن تعذرا) ليس تعذرهما شرطاً بل تعذر السجودكاف(لاالقيام أومأقائداً)وهوأفضل من الإيماء قائماً لقربة من الأرض(الدرالمختار)قوله:(بل تعذر السجود كاف)نقله في البحر عن البدائع وغيرها و في الذخيرة رجل بحلقه خراج إن سجد سأل وهو قادر على الركوع والقيام والقراءة يصلي قاعدا يؤمئ ؛ ولو صلى قائماً بركوع وقعد وأومأبالسجود أجزأه ؛والأول أفضل ؛لأن القيام والركوع لم يشرعا قربة بنفسهما بل ليكونا وسيلتين إلى السجود (رد المحتار :باب صلوٰة المريض : ۲/۵۶۷) ۔

ائمہ ثلاثہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور بعض فقہاء حنفیہ کے نزدیک ایسے شخص پر قیام ورکوع دونوں فرض ہیں۔ علامہ ابن الہمام کا رجحان بھی یہی ہے کہ جو شخص سجدہ پر قادر نہ ہو اور قیام پر قادر ہو تو اس سے قیام ساقط نہیں ہوگا، چنانچہ احناف کا جو مشہور قول حنفیہ کی اکثر کتابوں میں موجود ہے، اس پر اعتراض کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ قیام ایک مستقل رکن ہے اور ایک رکن کے ساقط ہونے سے دوسرے رکن کا ساقط ہونا لازم نہیں آتا ہے، ملاحظہ ہو فتح القدیر کی عبارت:

هذا مبني على صحة المقدمة القائلة ركنية القيام ليس إلا للتوسل إلى السجود وقد أثبتها بقوله لما فيها من زيادة التعظيم ،أي السجدة على وجه الإنحطاط من القيام فيها نهاية التعظيم ،وهو المطلوب فكان طلب القيام لتحققه ،فإذا سقط ،سقط ما وجب له وقد يمنع أن شرعيته لهذا على وجه الحصر بل له ولما فيه أحد التعظيمين ،صار مطلوباً بما فيه نفسه ،ويدل على نفي هذه الدعوىٰ أن من قدر على القعود والركوع والسجود لا القيام وجب القعود مع أنه ليس من السجود عقيبه تلک النهاية لعدم مسبوقيته بالقيام ( فتح القدير : ۲/۷)

لہٰذا مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں جو شخص قیام ورکوع پر قادر ہو لیکن سجدہ پر قادر نہ ہو تو ایسا شخص باضابطہ قیام ورکوع کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کرے لیکن اگر زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں دوبارہ قیام ورکوع پر قادر نہیں ہوسکتا ہے تو وہ کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرے، یہی احوط اور مناسب ہے، تاکہ بالاتفاق تمام فقہاء کے نزدیک نماز صحیح ودرست ہوجائے، اسلئے کہ یہ مسئلہ جواز وعدم جواز کا نہیں ہے بلکہ افضل اور غیر افضل کا ہے، افضل کو ایک رکن کی ادائیگی کے لئے ترک کرنا احوط اور مناسب معلوم ہوتا ہے البتہ اگر کوئی شخص بیٹھ کر بغیر قیام ورکوع نماز ادا کرے تو بھی حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق اس کی نماز ہوجائے گی، اس صورت میں اس کی نماز کے فساد کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے: فأفاد أنه لو أومأ قائماً إلا أن الإيماء قاعداً أفضل ؛لأنها أقرب إلى السجود ( فتح القدير : ۲/۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 44 مورخہ ۱۵؍جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۸؍نومبر ۲۰۲۴ء روز سوموار

# تجارت نہیں عبادت

وہ کام جو کار نبوت میں شامل ہے اور جس کے لئے اجر خداوندی کا وعدہ ہے اور جس کے لئے انبیاء نے بار بار ﴿اِنْ اَجْرِ یَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ﴾ کا اعلان کیا، اسی کام کو بزنس اور تجارت بنادینا اور اسکی پا کیزگی کو حصول منفعت کا ذریعہ بنانا، اس پورے کام کی توہین کے مترادف ہے۔ محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی علماء کو چھوڑئے، ان کا تو مشن ہی جہالت کی تاریکی میں علم وحکمت کے چراغ روشن کرنا تھا، دوسرے لوگ بھی اسے روٹی روزی کا علم کہنے پر چراغ پا ہوجاتے تھے، پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں کہ جب معاشیات کے باوا آدم، اسمتھ نے اکنومکس کو ''بریڈ اینڈ بٹر'' کا علم کہا تھا تو علمی دنیا میں بھونچال آگیا تھا اور آج تک اس تعریف کی مذمت اسی نام پر کی جاتی ہے۔

اب نہ اسمتھ رہے اور نہ ان کی مذمت کرنے والے، کاش وہ ہوتے تو کھلی آنکھوں دیکھ لیتے کہ آج سارے علوم کی ڈور ''بریڈ اینڈ بٹر'' سے ہی جوڑ دی گئی ہے۔ اور مدارس اسلامیہ تک کی تعلیم میں یہ دیکھنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ پڑھ کر یہ کیا کریں گے؟ یعنی ان کی روٹی کا کیا ہوگا؟ مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ میں ایک بار تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ عصری اداروں میں طلبہ کی جو بھیڑ ہے وہ تشنگان علوم کی نہیں، ان لوگوں کی ہے جنہیں بتایا گیا ہے کہ اس تعلیم سے روٹی کے دو ٹکڑے اور شوربہ کی ایک پیالی مل سکتی ہے۔

اس سوچ نے جن اداروں کو پیدا کیا ان کی بڑی بڑی فیس نے تعلیم کے کام کو مشکل تر کردیا، وہی پڑھ رہے ہیں، جن کی تجوریاں بھری ہوئی ہیں اور وہ ان اداروں کی موٹی فیس ادا کرسکتے ہیں۔ رہ گئے وہ غریب جن کے نام پر ادارے قائم کئے گئے تھے اور زکوۃ وخیرات تک کی رقم لیکر شرعی وغیر شرعی انداز میں بلڈ گیس کھڑی کی گئیں، ان کے لئے آج بھی ''دلی دور ہے''۔

تعلیم کو تجارت بنادینے کا سب سے بڑا نقصان غریب لوگوں کو ہی ہوا ہے، جو پیٹ کی آگ بجھانے اور دو وقت کی روٹی کے لئے دوڑ لگا رہے ہیں، وہ اس موٹی فیس کی ادائیگی سے قاصر رہتے ہیں اور ان کے لیے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو زری کے کارخانوں اور ہوٹل میں بھیج دینا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ ہمارے دینی مکاتب جو کل بھی اور آج بھی تعلیم کے فروغ کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں اور وہ مدارس جو آج بھی غریب طلبہ کی کفالت کرکے انہیں علم سے آشنا کرتے ہیں ان کے غیر معیاری، قدامت پسند ہونے کا ایسا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ امراء کے بچوں نے ادھر کا رخ کرنا چھوڑ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ خیرات وزکوۃ اور دوسرے مدات سے وہ اس کی بھرپور مدد کرتے ہیں لیکن اپنے بچے کو وہ ان اداروں میں دینے سے کتراتے ہیں، وہ مذہبی تعلیم سے محبت نہیں کرتے، اسے ضروری بھی نہیں سمجھتے، بس ثواب کے لئے دیتے، دلاتے رہتے ہیں۔ اگر انہیں مذہبی تعلیم سے محبت ہوتی اور اس کی ضرورت کو سمجھتے تو اپنے چشم وچراغ کو اس دولت سے کیوں محروم رکھتے۔ اس پروپیگنڈہ کے نتیجہ میں لوگوں کا اعتماد بھی ان پر کم ہونے لگا اور لوگوں نے کنونٹ وغیرہ کی طرف معیار اور جدت کے نام پر دوڑ لگائی۔ لڑکوں پر بستہ کا بوجھ بڑھا اور گارجین پر اخراجات کا، اور بات وہیں کی وہیں رہی، بلکہ کہنا چاہئے کہ جس کام کے لئے ہم لڑکوں کو تیار کررہے تھے، کوچنگ کرا رہے تھے، اس میں کامیابی کا تناسب گھٹتا چلا گیا۔

اس سے زیادہ تشویشناک بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے چھ سے پندرہ سال کے بچوں میں پندرہ فی صد وہ ہیں جنہیں کسی تعلیمی ادارہ کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا، وجہ؟ معاشی بدحالی اور حصول تعلیم کے لئے روزمرہ گراں ہوتی فیس ہے، مدارس کا رخ تو اس لئے نہیں ہوتا کہ اتنے وقت میں پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے بچہ کچھ کمالے گا پھر اس لیے کہ ان مدارس کے تعلیمی معیار کے بارے میں ہمارا ذہن صاف نہیں ہے، اس ذہنی پراگندگی کے نتیجے میں سچر کمیشن کی رپورٹ کے مطابق چار فی صد بچے ہی ادھر کا رخ کرتے ہیں پھر ان میں بھی کتنے درمیان میں ہی ڈراپ آؤٹ کر جاتے ہیں۔ اس ساری صورت حال سے نمٹنے کے لئے کچھ ادارے مفت تعلیم اور کچھ اسکالرشپ، وظائف وغیرہ کا نظم کرتے ہیں لیکن ان اداروں میں شفافیت کی کمی ہوتی ہے، ان میں اقرباء نوازی کی جڑیں اتنی مضبوط اور پختہ ہوتی ہیں کہ ''گھر'' سے باہر جانے والے وظائف محدود تر ہوجاتے ہیں، اور نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ مستثنیات سب جگہ ہوتے ہیں، یہاں بھی ہیں لیکن عمومی حال یہی ہے جس کا ذکر کیا گیا۔

ایسے تعلیمی اداروں سے جو طلبہ فارغ ہوتے ہیں ان کے ذہن کی اٹھان معاشی بنیادوں پر ہوتی ہے، ان کے ذہن میں مادی ترقی کا ایک مینار ہوتا ہے اور اس بلندی تک پہنچنے کے لئے وہ کچھ بھی کر گزرنے کو تیار ہوتے ہیں، سماج میں رشوت کے بڑھتے رواج کی یہ بھی ایک وجہ ہے، لینے والا اپنی معاشی خواہشات کی تکمیل کے لیے لیتا ہے اور دینے والا اپنی معاشی اڑان کے حصول کے لئے دیتا ہے۔ آخر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو جہنم کی بشارت یوں ہی نہیں ﴿الرَّ اشِیُ وَ الْمُرْ تَشِی کِلَا ھُمَا فِیْ النَّا رِ﴾ مدارس کے فارغین کی بھی ایک بڑی تعداد سرکاری اداروں کی طرف اسی نقطۂ نظر سے بھاگتی ہے اور نو تشکیل شدہ مدرسہ بورڈ کی حمایت بھی انہی بنیادوں پر بعض حضرات کررہے ہیں۔

ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تعلیم کو سستا اور عام انسانوں کی پہنچ کے لائق بنادیں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ جب ساری کمپنیاں اپنی مصنوعات کے نرخ کو کمپیٹیشن مارکیٹ میں کم کرتی ہیں، ہمارے یہاں مقابلہ فیس کے بڑھانے کا ہوتا رہا ہے، بلکہ ''زیادہ فیس معیاری تعلیم'' ہماری سوچ کا محور بن گیا ہے، اور جس طرح بغیر سلامی اور جہیز کے مطالبہ کے کوئی لڑکا مل جائے تو ہمیں اس میں نقص معلوم ہوتا ہے، اسی طرح بغیر فیس یا کم فیس والے تعلیمی اداروں کے بارے میں ہماری رائے ٹھیک نہیں ہوتی۔

# اعلیٰ اخلاقی اقدار اپنائیے

بے راہ روی، جھوٹ، غیبت، چغل خوری، طعن وتشنیع، بدکلامی، تہمت وبہتان تراشی نے سماج کو ایک ایسے راستے پر ڈال دیا ہے، جس کا نتیجہ دنیا میں بربادی، تباہی اور شرمندگی نیز آخرت میں ان گناہوں کی پاداش میں بغیر توبہ کے مرگیا تو جہنم ہے، المیہ یہ ہے کہ ان بُری عادتوں اور خصلتوں کو گناہ سمجھا بھی نہیں جارہا ہے، جس کی وجہ سے ان گناہوں سے واپسی کا خیال نہیں آتا، گناہوں پر مداومت اور اصرار بڑھتا جارہا ہے۔ کہنا چاہیے کہ ذہن ودماغ سے احساس زیاں بھی رخصت ہوگیا ہے۔

اپنے اعمال کا تجزیہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ جھوٹ ہماری گفتگو کا جز ولاینفک بن گیا ہے، ہماری کوئی مجلس غیبت، چغل خوری سے پاک نہیں ہوتی، گالی، بدکلامی، لعنت وملامت اور بغیر تحقیق کے تہمت وبہتان تراشی میں ہم آگے ہیں، دوسروں کو رسوا کرنے کے لیے اپنی عاقبت خراب کررہے ہیں، سوشل میڈیا کے اس دور میں ہر ایرے غیرے کا ہاتھ موبائل کے کی بورڈ (Key Bord) پر ہے اور جو چاہے لکھتا چلا جاتا ہے، اس آزادی نے لوگوں کی پگڑیاں اچھالنے کے کام کو آسان کردیا ہے، پگڑیاں اچھل پاتی ہیں یا نہیں، لیکن اپنے نامۂ اعمال میں ان رذیل حرکتوں کا گناہ تو درج ہو ہی جاتا ہے۔

اللہ کی پناہ! ذرا سوچئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا سچ راہ نجات ہے، اور جھوٹ ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے، ہم نے ہلاکت والے راستے کو اپنا لیا ہے جس کی وجہ سے اللہ کی لعنت کے مستحق ہو رہے ہیں، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے، لعنة اللہ علی الکاذبین. اگر ہم سچ نہیں بول سکتے، اس کی ہمت نہیں جٹا پاتے تو کم سے کم خاموش رہنا ہی سیکھ لیں، کیوں کہ خاموشی بڑا ہتھیار اور نجات کا ذریعہ ہے، من سکت نجا ومن صمت نجا میں یہی بات کہی گئی ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ مسلمانوں کی زندگی میں جھوٹ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہونی چاہیے اور سچ کو ہی ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا چاہیے، یہ بہت طاقت ور ذریعہ ہے، سچ کبھی شکست نہیں کھاتا، جھوٹ کے مقدر میں ہار ہے، ہوسکتا ہے اس ہار تک پہونچنے میں جھوٹے کو تھوڑی دیر لگ جائے۔

خودغرضی بھی ہماری زندگی کو بری طرح متاثر کرتی ہے، خودغرض آدمی اپنے علاوہ کچھ اور دیکھ ہی نہیں پاتا ہے، اس مرض کا شکار نہ اپنے خاندان کے سلسلے میں مخلص ہوتا ہے اور نہ ہی ملک، ادارے تنظیموں، جماعتوں، جمعیتوں کے کام کا رہتا ہے، اس کی سوچ کا مرکز ومحور صرف یہ ہوتا ہے کہ ہمارا کس میں فائدہ ہے، حالاں کہ ہونا یہ چاہیے کہ ہم جس ملک میں رہتے ہیں، جن اداروں اور تنظیموں سے ہمارا تعلق ہے، اس کی محبت اور قدر ہماری زندگی میں سمائی ہوئی ہو کہ ہماری ذات اور منفعت کی اس طرح نفی ہوجائے کہ محبت کا پلڑہ ملکی اور ملی مفاد میں جھک جائے، ہمارے اکابر نے ہمیں اسی بات کی تعلیم دی ہے۔

دنیاوی زندگی میں مکافات عمل کا اصول کارفرما ہے، جو بوئیں گے وہی کاٹیں گے، نظیر اکبرآبادی نے کہا ہے

کلجگ نہیں کرجگ ہے یہ یاں دن کو دے اور رات لے      کیا خوب سودا نقد ہے، اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

یہی مکافات عمل ہے، سورج پر تھوکنے کا عمل اپنی پیشانی پر اس تھوک کو واپس لے لینا ہے، اس طرح کا کوئی عمل صرف اپنے احمق ہونے کا اعلان ہے، یہ بات صحیح ہے کہ انسان نفسیاتی طور پر اپنے خلاف کیے گئے کاموں اور تحریروں کا جواب دینا چاہتا ہے، لیکن ہمیں یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ کتا اگر کاٹ لے تو ہم بدلے میں کتے کے کاٹنے کو شریفانہ عمل نہیں سمجھتے۔

ایسے موقعوں سے غصہ کو پی جانا اور معاف کردینا شریفانہ عمل ہے، وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ میں ہمیں اسی کی تلقین کی گئی ہے، معافی سے ہمارے تحمل اور برداشت کا پتہ چلتا ہے، حسد اور نفرت جیسے قبیح عمل سے ہم محفوظ رہتے ہیں، کیوں کہ یہ چیزیں جب ہمارے اندر داخل ہوجاتی ہیں تو یہ دیر سویر ہمارے زوال کا ذریعہ بنتی ہیں، لیکن جب ہم عفو ودرگذر سے کام لیتے ہیں تو محبت والفت کا ایک سمندر ہمارے دل ودماغ میں جوش مارتا ہے، اور اس کا فائدہ ہماری سوچ کو ہی نہیں ہمارے جسم ودماغ کو بھی پہونچتا ہے، ہم خود بھی خوش رہتے ہیں اور دوسروں تک خوشیاں پہونچانے کا کام کرتے ہیں۔

ہماری عادت دوسروں میں برائیاں تلاشنے کی ہوگئی ہے، جس طرح مکھیاں پورے جسم کو چھوڑ کر صرف گندی جگہ، پھوڑے پھنسی اور زخموں پر بیٹھا کرتی ہیں، اسی طرح ہماری نگاہ انسانوں کے کمزور پہلوؤں کی طرف لگی رہتی ہے، اس آدمی کے اندر لاکھ خوبیاں ہوں، لیکن مرکز نگاہ خامیاں ہوا کرتی ہیں، خامیوں کی نشان دہی کرتے وقت ہم یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ جب ایک انگلی کسی کی طرف ہم اٹھاتے ہیں تو تین انگلیاں خود ہماری طرف ہوتی ہیں اور پوچھ رہی ہوتی ہیں کہ کبھی اپنا بھی جائزہ لیا ہے کہ تمہارے اندر کتنے عیوب ہیں، آپ کی سوچ کا اثر سامنے والے کے کردار پر پڑتا ہے، آپ کسی کو ہر وقت کہیں گے کہ آپ بیمار سے لگتے ہیں، کچھ دن کے بعد وہ واقعی بیمار ہوجائے گا، لیکن جب آپ اسے بار بار صحت کا پیغام سنائیں گے تو کم از کم وہ ذہنی مریض بننے سے بچ جائے گا، آپ نے اپنے بچے کو بار بار کند ذہن کہا تو وہ کند ذہن ہوجائے گا، اس کے سمجھنے کی طاقت دن بدن کم ہوتی چلی جائے گی، اس لیے دوسروں میں اچھائیاں تلاش کیجئے، اس کا ذکر کیجئے، اگر آپ کسی کو بار بار ناکارہ کہتے ہیں تو اس کی کارکردگی میں یقیناً کمی آئے گی، لیکن آپ نے اس کی تھوڑی محنت کی تعریف کردی تو اس کی فعالیت میں بے پناہ ترقی ہوگی، آپ کارکردگی بڑھانے کا کام کیجئے، ناکارہ بنانے کا نہیں۔

سماج کے جو کمزور لوگ اور طبقات ہیں، گھر میں بوڑھے والدین ہیں، ان کی جانب سے بے اعتنائی آج کل عام ہے، ان کی ضرورتوں کی تکمیل نہیں ہورہی ہے، ہمارے پاس ان کو دینے کے لیے وقت نہیں ہے، بلکہ بعض گھروں میں انہیں ایذا رسانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اعلیٰ اخلاقی اقدار میں یہ بات بھی شامل ہے کہ چھوٹوں پر رحم کیا جائے، اور بڑوں کا ادب واحترام کا خیال رکھا جائے۔

اسی طرح حسد بھی ہماری زندگی کو متاثر کرتا ہے، اس کا عادی شخص جلن کا شکار ہوتا ہے، اس سے اس کی قوت کار پر بھی اثر پڑتا ہے اور دل ودماغ کو خاص کرب سے گذرنا پڑتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ ہم اپنے دکھ سے اس قدر دکھی نہیں ہیں، جتنا دوسرے کے سکھ سے ہمیں پریشانی لاحق ہے۔

خود کو بدلنے کا مزاج بنائیے، اصلاح کا کام خود سے شروع کیجئے، سماج میں آپ جو تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں، اعلیٰ اخلاقی اقدار کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو کام کا آغاز خود سے کیجئے، اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ اپنی اصلاح کیجئے، پھر عزیز واقربا کی کیجئے اور پھر خاندان، اور سماج کی طرف تدریجا بڑھیے اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ اور یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا قُوا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا میں یہی بات کہی گئی ہے، کاش ہم اس راز اور کام کے اس طریقہ کو سمجھ کر اپنی زندگی میں اتار پائیں۔

Scanned with CamScanner

## یادوں کے چراغ

✍: مولانا احمد حسین قاسمی مدنی

# والدہ ماجدہ کی یاد میں

**سایۂ رحمت سے محرومی:** 11 / مئی 2024 بمطابق ۲/ ذی قعدہ 1445 ہجری روز شنبہ شام سوا چھ بجے عین غروب آفتاب کے وقت میری والدہ ماجدہ کی حیات کا سورج بھی عالم دنیا کے اُفق سے ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا (اناللہ وانا الیہ راجعون)

**آپ کا گھرانہ:** آپ ایک عالم دین کی بیٹی تھیں، حضرت مولانا محمد عثمان صاحب قاضیانہ بہیڑا دربھنگہ کے صوفی اور متقی و پرہیزگار بزرگ مولوی گزرے ہیں، آپ نے ایک زمانے تک مدرسہ رحمانیہ یکہتہ مدھوبنی میں تدریس کے فرائض انجام دیے، رب کریم نے آپ کو سات بیٹیاں اور تین بیٹے عطا فرمائے تھے، اللہ کی مشیت دیکھیے کہ آغاز شباب ہی میں آپ کے تینوں فرزند اللہ کو پیارے ہوگئے، نانا جان رحمہ اللہ نے اپنی ساتوں بیٹیوں کی دینی تعلیم وتربیت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، والدہ ماجدہ بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔

**رشتۂ ازدواج:** آپ کا نکاح زراعت پیشہ ایک متوسط خاندان میں ہوا تھا، جہاں دینداری کا ماحول آپ کے خانوادے سے نسبتاً کم تھا؛ مگر آپ نے دینی مزاج اور پختہ اسلامی تربیت سے پورے گھر کو روشنی بخشی، نسبتی والد پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، آپ کی ساس نہایت محنت کش اور گھریلو خاتون تھیں، کاشتکاری ذریعہ معاش تھا جس کے سبب گھر کی خواتین کو بڑی جفاکشی اور محنت ومجاہدے کی زندگی سے گزرنا پڑتا تھا، پہلے دیہی علاقوں میں مشین اور برقی آلات کا تصور نہیں تھا؛ جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مزدوروں کی نصف محنت کے بعد گھر کی خواتین کو اناج تیار کرنا پڑتا، والدہ کو ان کے میکے میں گھر کے اندر اتنا کام کرنے کی عادت نہ تھی؛ مگر دادی جان کی محنت سے بھرپور زندگی نے گھر کے تمام کام کاج سمیت آنگن میں ڈھیکی چلانا، چاول تیار کرنا اور آٹا پیسنا جیسے دشوار عمل کو ان کے لیے آسان کردیا، میں نے زمانۂ طفولت میں اپنی دادی جان کو دیکھا ہے اور ان سے خوب دعائیں لی ہیں، والدہ نے ان کی خدمت میں کوئی کمی نہیں کی اور انہی کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ والدہ کی زندگی اور بال بچوں کی پرورش و پرداخت کے تمام مرحلے فضل خداوندی سے بآسانی طے پاگئے۔

**اولاد و احفاد:** اولاد میں پروردگار عالم نے نو بیٹیاں اور دو بیٹے عطا فرمائے، جن سے آج کئی گھرانے آباد ہیں، پانچ بیٹیاں بچپن ہی میں فوت ہو گئیں، سات بیٹیوں کے بعد اللہ تعالی نے اس خطا کار کی شکل میں انہیں پہلی نرینہ اولاد عطا کی میرے بعد دو بہنیں اور برادر خورد محمد بابو ہیں جو مدرسے کی ابتدائی تعلیم کے بعد عصری ادارے کے فارغ التحصیل ہیں ان دنوں بغرض ملازمت حجاز مقدس میں قیام پزیر ہیں۔

**اولاد کی تعلیم و تربیت:** تمام بچوں کو والدہ نے اسلامی تربیت دی اور اس میں ذرہ برابر بھی کوتاہی اور مداہنت سے کام نہیں لیا، نماز و روزہ اور آداب زندگی کے ساتھ قرآن پاک اردو اور دینیات کی تعلیم ہم لوگوں نے والدہ ہی سے حاصل کی، خوب اچھی طرح یاد ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد ہم تمام بھائی بہنوں کو ازخود قرآن پاک اور دینیات وغیرہ کی کتابیں لے کر بیٹھنا، ہم لوگوں کے یومیہ فرائض میں شامل تھا، اس ابتدائی اور خانگی تعلیم میں امی جان ہر ایک کی مکمل رہنمائی فرماتیں یعنی وہ باضابطہ طور پر ناظرہ قرآن پاک اور اردو کی چوتھی کتاب کی معلّمہ تھیں، امور خانہ داری کی انجام دہی کے ساتھ تعلیم وتربیت پر آپ کی پوری توجہ رہی، والد بزرگوار اللہ ان کا سایہ تادیر ہم لوگوں پر باقی رکھے، اکثر اوقات ملازمت کی غرض سے ملک و بیرون ملک سفر پر رہتے؛ مگر کیا مجال کہ ہم میں سے کوئی والدہ کی حکم عدولی کرلے اور تعلیم سے متعلق بہانے اور سستی اختیار کرے، تعلیم وتربیت کے معاملے میں ہم لوگوں کے ساتھ والدہ بالکل لیے دیے کا معاملہ رکھتیں، محبت اپنی جگہ؛ مگر تعلیم اپنی جگہ، اسی اصول کو والدہ نے بچوں کی تعلیم سے متعلق پوری زندگی قائم رکھا۔

**صبر و قناعت:** بیسویں صدی کے نصف آخر کے 70 اور 80 کی دہائی میں بڑے سے بڑے امیر وکبیر کے یہاں بھی تین وقت کھانا میسر نہیں ہوتا، اس زمانے میں ملازمت اور معاش کی تنگی عام تھی، والدہ زمیندار اور خوشحال گھرانے سے تھیں اور یہاں کاشت کی زمین بھی بہت کم اور اہل خانہ کی کفالت کے لیے ناکافی تھی، نانا جان کے یہاں اجناس اور کھیت کی پیداوار بہت بہتر تھی وہ کھانے میں تیل کی جگہ گھی استعمال کیا کرتے اور یہاں بسا اوقات کھانے کے بنیادی سامان فراہم نہیں ہوتے تھے؛ مگر ان حالات میں والدہ کی پیشانی پر کبھی شکن نہیں آیا، آپ نے دھوپ اور چھاؤں، خوشحالی اور پریشانی میں یکساں اللہ کا شکر ادا کیا، میکے میں ملازمین اور کام کرنے والوں کی کمی نہیں تھی؛ تاہم یہاں سارے کام خود سے کرنے پڑتے تھے مگر کبھی زبان پر کلمۂ اُف تک آنے نہیں دیا، خلاصہ یہ کہ آپ نے سخت تنگیوں میں بھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا اور صبر و رضا کی پیکر بن کر زندگی گزار دیں اور جب اللہ نے وسعت اور فراوانی سے نوازا؛ تو بھی کفایت شعاری کا دامن تھامے رکھا، عمر بھر بچوں کو سادگی کی زندگی گزارنے کی تلقین کرتی رہیں۔

**محبت و تربیت کا نرالا انداز:** نماز کی اس قدر پابند کہ تمام لڑکے اور لڑکیوں کو سات برس کی عمر سے نماز کا عادی بنادیا، اپنے تمام بچے اور بچیوں کے جملہ حرکات وسکنات پر تربیتی نقطۂ نظر سے گہری نگاہ رکھتیں، سچی بات یہ ہے کہ دین وایمان اور اس کے مبادیات کا علم ہم بھائی بہنوں نے آغوش مادر ہی سے حاصل کیا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان ہم لوگوں کو والدہ سے ہی نصیب ہوئی۔

**والدہ کی جانب سے میرے لیے دینی تعلیم کا فیصلہ:** آپ نے شروع ہی میں خاکسار کے تعلق سے اللہ ذوالجلال کے ابدی دین کی خدمت کے لیے وقف کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا، چنانچہ مجھے آپ نے کم سنی میں ہی حفظ قرآن پاک کے لیے پڑوس کے گاؤں، مدرسہ عربیہ سراج العلوم بستواڑا، میں داخل کرادیا، ابتدا میں روزانہ آنے جانے کا نظام تھا؛ مگر جب انہوں نے میری جانب سے کوتاہی محسوس کی؛ تو باضابطہ وہاں کی اقامت گاہ میں چھ سات سال کی عمر میں رکھوا دیا، حسب خواہش ناشتہ دیگر لوازمات میں کہیں سے کوئی کمی ہونے نہیں دیتیں، ایک بار راقم مدرسہ میں تادیبی کاروائی کی تاب نہ لاکر جب گھر واپس آگیا؛ تو ان کی پریشانی کی انتہا نہ رہی، اس طرح ان کی جہد مسلسل اور کثرت دعا کی برکت سے حفظ سے لے کر دورہ حدیث، حجاز مقدس کا تعلیمی سفر اور دیگر علوم کی تکمیل کے مرحلے طے ہوئے، آج بندہ انہیں کی مبارک کوششوں کی بدولت دین وملت کی ادنی سی خدمت کے قابل ہوسکا۔

**بچے کی تعلیم کے لیے ماں کا رونا:** اسی طرح میرے برادر خورد عزیزم محمد بابو سلمہ کو حافظ بنانے کی آپ کی کوششیں، دنیا کی تمام ماؤں کے لیے قابل تقلید عمل ہیں، میرے چھوٹے بھائی مدرسہ کے مروجہ حالات اور ضابطوں کو برداشت نہ کر سکے، کئی مدرسوں سے گھر واپس آگئے والدہ کی جدوجہد اور مدرسہ بھیجنے کی کوشش، مسلسل کئی سالوں تک جاری رہی اور برابر اللہ تعالی کے سامنے مصلے پر ان کو حافظ بنانے کے لیے آنسو بہاتی رہیں، اتنی کثرت سے گریہ کرتیں کہ پڑوس کی خاتون آکر والدہ کو تسلی دیتی، بندہ نے کسی ماں کو اپنے بچے کو حافظ بنانے کے لیے اتنا روتے نہیں دیکھا۔ (بقیہ: ص ۱۳ر پر)

## کتابوں کی دنیا

✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

# تذکرہ علماء مدھوبنی

مولانا غفران ساجد قاسمی چیف ایڈیٹر بصیرت آن لائن وڈائرکٹر بصیرت جرنلزم اینڈ لنگویج اکیڈمی ممبئی، انتہائی فعال، متحرک انسان ہیں، میری یادداشت کے مطابق علماء طبقہ میں آن لائن صحافت اور پورٹل کے ذریعہ خبر رسانی کا کام انہوں نے ہی پہلے پہل شروع کیا تھا، بعد میں بہت سارے لوگ علماء طبقہ سے اس میں جڑے، اپنی خدمات پیش کیں اور اپنا آن لائن چینل شروع کردیا، اس حوالہ سے جو بھی اور جہاں کہیں بھی خدمت انجام دے دیا ہے، وہ ملت کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہے، البتہ الفضل للمتقدم کہا گیا ہے، یقیناً بہت سارے چینل بصیرت آن لائن سے آگے بڑھ گئے، لیکن مولانا کی اصول پسندی، اشتہارات کے ضوابط اور شرعی تقاضوں کو ملحوظ نظر رکھنے کی وجہ سے بصیرت آن لائن کو جس قدر آگے بڑھنا تھا، نہیں بڑھ سکا، مولانا نے صحافت کی تربیت کے لئے ممبئی میں ایک ادارہ کھول رکھا ہے، میری حاضری وہاں ہوچکی ہے اور مولانا کی محبت کے طفیل وہاں داخل طلبہ سے بالمشافہ گفتگو کا موقع بھی ملا تھا، میں نے ان سے صحافت کے اصول اور عملی صحافت کے طریقۂ کار پر تفصیل سے گفتگو کیا تھا، مولانا وضع قطع کے اعتبار سے پورے مولوی ہیں، خوبصورت چہرے پر کالی ٹوپی اور صدری انہیں خوب زیب دیتی ہے اور نگاہیں دور تک پیچھا کرتی رہتی ہیں کہ آخر یہ کون جارہا ہے۔

گذشتہ چار سالوں سے ان کے سر میں ایک اور سودا سمایا کہ علماء مدھوبنی کے تذکرے مرتب کرانے چاہئیں، ظاہر ہے یہ ایک بڑا پروگرام نہیں، بڑا پروجکٹ تھا اور ایک دفعہ اس پر کام کرنا دشوار بھی تھا، اس لیے انہوں نے تدریجاً اس کام کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا، اس کام میں ان کو عملی طور پر جس شخص کا مضبوط ساتھ ملا، ان میں مولانا مظفر رحمانی استاذ مدرسہ جامعۃ الفلاح کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے، وہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کے تربیت یافتہ ہیں، ان کے جسم میں ایک محبت کرنے والا دل ہے اور وہ یہ محبت اپنوں اور غیروں پر لٹاتے رہتے ہیں، ان کے علاوہ پچاس سے زائد اور نام ہیں، جن کا وہ شکریہ ادا کرنا اور مختلف عنوانات کے تحت ان کے ناموں کو چھاپنا ضروری سمجھتے ہیں، زیر سرپرستی، زیر نگرانی، کنوینر، مرتبین، مجلس سرپرستان، مجلس استقبالیہ، مجلّہ کمیٹی، ایوارڈ کمیٹی وغیرہ. کام سب سے لینا ہے تو نام بھی سب کا دینا ہوگا، بعض کام بقول مولانا مناظر احسن گیلانی، بدخوش کرنی کیے جاتے ہیں، ناموں کی اشاعت میں بھی اس بات کو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے، صلاحیتیں مختلف قسم کی ہوتی ہیں، کوئی مضامین لکھتا اور جمع کرتا ہے، کوئی روپے کا نظم کرتا ہے، کوئی سمینار کا اہتمام کرتا ہے، کوئی اشتہار لاتا ہے، کوئی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور کوئی زبانی مشورے سے کام چلالیتا ہے، تعاون کے لیے دامے، درمے، قدمے، سخنے کی تجویز قدیم ہے اور ''دل بدست آرد کہ حج اکبراست'' کا فارمولہ بھی آج کا نہیں ہے، مولانا غفران ساجد قاسمی نے اس پرانی روش کو برقرار رکھا ہے۔

مولانا نے اب تک اس موضوع پر چار سمیناروں کا انعقاد کیا یا اپنے احباب کے ذریعہ کروایا، ان سمیناروں میں مدھوبنی کی بائیس نامور شخصیات پر مقالے پڑھے گیے اور وہ تذکرہ علماء مدھوبنی کے نام سے بصیرت آن لائن کی خصوصی پیش کش کے طور پر شائع ہوئے، تذکرہ علماء مدھوبنی پر چوتھا سمینار ۶ر نومبر ۲۰۲۴ء بروز بدھ بمقام مدرسہ اصلاح المسلمین بنی پٹی ضلع مدھوبنی میں منعقد ہوا، جس کی صدارت حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم نے فرمائی اور سابقہ روایت کے مطابق تذکرہ علماء مدھوبنی کی چوتھی قسط مجلّہ کی شکل میں سامنے آئی، ان سمینار میں کل گیارہ شخصیات پر مقالے پڑھے گیے اور اہل قلم حضرات نے مولانا عبدالرزاق ملکیاوی، مولانا سعید احمد چندرسین پوری، مولانا عبدالحفیظ ململی، مولانا مفتی صدر عالم قاسمی، مولانا محمد الاثری، مولانا ابرار احمد قاسمی، مولانا جمیل احمد مفتاحی کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا اور بیش قیمت مقالے تیار کیے، ان مقالوں کو پڑھنے سے ان حضرات کی شخصیت کے پورے خدوخال اور ان کی خدمات کے تابندہ وپایندہ نقوش سے ہماری واقفیت ہوتی ہے، جو مقالہ نگار حضرات ہیں ان میں سے مفتی محمد اللہ قیصر کے چار، ڈاکٹر عمر فاروق قاسمی، مولانا احمد سجاد، مولانا فضیل احمد ناصری کے دو دو مضامین شامل اشاعت ہیں، اسی طرح بعض شخصیات پر کئی کئی مضامین کو جگہ دی گئی ہے، اگر ہر لکھنے والے کا ایک مضمون شامل ہوتا تو دوسرے کئی لکھنے والوں کو موقع مل سکتا تھا، اسی طرح اگر ایک شخصیت پر ایک ہی مضمون شامل کیا جاتا تو دوسرے اور کئی مرحومین کی حیات وخدمات سے اتنے ہی صفحات میں واقفیت بہم پہونچائی جاسکتی تھی، اس کی آسان شکل سمینار سے قبل اہل قلم کے درمیان شخصیات کی تقسیم ہے، اس طرح بہت جلد اس پروجکٹ کی تکمیل بھی ہوسکتی ہے۔

اسی طرح تذکرہ علماء مدھوبنی کی اشاعت مجلّہ کی سائز میں ہونے کے بجائے کتابی سائز میں ہو تو یہ زیادہ مفید اور دیرپا ہوگا، بقیہ رہ گئے اشتہارات، تاثرات وغیرہ ان کو آخر میں رکھدیا جاسکتا ہے، جنہیں بعد میں حذف کردینا بھی ممکن ہوسکے گا۔

تذکرہ علماء مدھوبنی دوسرے اضلاع کے لیے بھی ایک تحریک ہے، ہر ضلع کے علماء، اس طرف متوجہ ہوں تو ہم بہت ساری اہم شخصیتوں کو جو مرور زمانہ کی وجہ سے ہمارے ذہن سے نکل گئے ہیں، زندہ کرسکیں گے۔

مختصر یہ کہ ''تذکرہ علماء مدھوبنی'' مولانا غفران ساجد قاسمی کی قابل قدر کوشش ہے، جو ''نام نیک رفتگاں ضائع مکن'' کے پیش نظر جاری ہے، یہ ایک تاریخی اور شاندار کارنامہ ہے، جس سے آنے والی نسلیں روشنی حاصل کرتی رہیں گی اور ہماری زندگی ان سے عبرت وموعظت لے کر اور ان کے نقش قدم پر چل کر مجلیٰ، مصفیٰ ہوگی اور اعمال کے اعتبار سے زندگی کا ورق ورق روشن ہوسکے گا، ہم مولانا غفران ساجد قاسمی کی اس کاوش کی قدر کرتے ہیں اور اس کے نفع کے عام وتام اور اس کے تسلسل کی دعا پر اپنی بات ختم کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

## حکایات اہل دل

# اکابر علماء ومشائخ کی رواداری اور باہمی حسن ظن

مولانا بہاء الدین قاسمی

**حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ**: حضرت سید صاحبؒ کی زندگی کے دوواقعات عرض کرتا ہوں، پہلے واقعہ سے ثابت ہوگا کہ چھوٹی چھوٹی خلاف منشاء باتوں پر چشم پوشی اور درگذر سے کام لیتے تھے تا کہ فتنہ وفساد کی آگ نہ بھڑک اٹھے "والفتنة اشد من القتل" اور یہ واقعہ یوں پیش آیا کہ آپ جہاز میں سفر فرمارہے تھے کہ رات کے وقت سمندر کی حالت خطرناک ہوگئی، آخر جب رات بخیریت گذر گئی اور صبح ہوئی اور جہاز خطرے کی جگہ سے نکل آیا تو ''جہاز کے ناخدا (کپتان) نے اِس کے شکریہ میں حلوا تیار کر کے مجلس مولود شریف منعقد کی اور بعد پڑھنے عربی قصائد مولود مسعود کے اس حلوے کو تقسیم کرادیا'' (سوانح احمدی، ص:۵۷، مطبوعہ ۱۳۰۹ھ مؤلفہ منشی محمد جعفر صاحب تھانیسری مرحوم)۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد مؤلف کتاب نے تقسیم حلوا اور انعقاد مجلس مولود شریف کی سید صاحبؒ کی طرف سے مخالفت کا کوئی ذکر نہیں کیا، اگر سید صاحبؒ نے مخالفت کی ہوتی تو مؤلف کتاب اپنی افتادِ طبع کی وجہ سے اِس کو ضرور نقل کرتے، اِس سے مترشح ہوتا ہے کہ سید صاحبؒ خاموش رہے، اب یہ ضروری نہیں کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاموشی کو پسندیدگی کا ہم معنی سمجھ لیا جائے، بلکہ اس خاموشی کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ آپ فروعی مسائل کے جھگڑوں میں مسلمانوں کو اُلجھا کر اپنے مقدس مشن (جہاد فی سبیل اللہ) کو نقصان نہیں پہونچانا چاہتے تھے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے آپ نے فرمایا: ''یہ وقت ترکِ تقلید کا نہیں ہے، ہم کو اس وقت جہاد کرنا ہے، تقلید کا جھگڑا اُٹھا کر اپنے اندر تفرقہ ڈالنا بہتر نہیں ہے، اس جھگڑے سے جس کی بناء ایک فروعی اختلاف سنت یا مستحب میں ہے، ہمارا اصل کام ہجرت جو فرض عین ہے فوت ہوجائے گا'' (سوانح احمدی، ص:۱۹۴) سید صاحبؒ کی زندگی کے اِن دونوں واقعوں سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو خطرات اور ابتلاء اور اہم ترین فرائض (جہاد، ہجرت، تبلیغ اور دُشمنانِ دین کے حملوں کی مدافعت کے دور میں اختلافات اور تلخیوں سے احتراز کرنا چاہئے)۔ کاش مسلمان حضرت سید صاحبؒ کے اس قول وعمل کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔ (ماہنامہ دارالعلوم، مارچ ۱۹۶۲ء)

**مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادیؒ**: آپ ایک مشہور شیخ طریقت اور صاحب سماع بزرگ تھے، آپ کی مروّت ورواداری کا ایک واقعہ جو مولانا تھانویؒ کے ساتھ باوجود اختلافِ مسلک کے پیش آیا تھا عرض کرتا ہوں ''ایک صاحب نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ (الہ آباد) کے ساتھ حضرت والا (مولانا تھانویؒ) کو بھی کھانے کے لئے مدعو کیا، تو چونکہ مولانا الہ آبادیؒ صاحب سماع تھے، اس لئے اکثر دعوت کو اس شرط پر قبول فرمایا کرتے تھے کہ کھانے کے بعد سماع بھی ہو جس کو وہ اپنی اصطلاح میں غذائے رُوحانی سے تعبیر فرماتے تھے، اس لئے حضرت والا نے قبول دعوت سے عذر فرمایا، لیکن داعی نے دعویٰ کیا کہ حضرت والا (مولانا تھانوی) کی موجودگی میں ہرگز مجلس سماع منعقد نہ کی جائے گی، ادھر حضرت والا نے یہ رعایت فرمائی کہ کھانے کے بعد جلد ہی رخصت ہونے لگے، لیکن جب حضرت والا اُٹھے تو مولانا (الہ آبادی) بھی اُٹھے، اور سواری تک تشریف لائے۔ حضرت والا سمجھے کہ مشایعت کے لئے تشریف لائے ہیں، بعد کو واپس ہوکر مجلس سماع میں شرکت فرمائیں گے، لیکن ایسا نہیں کیا، بلکہ ادھر حضرت والا اپنی سواری میں بیٹھے، ادھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی سواری میں بیٹھ کر رخصت ہوگئے اور اس کو خلاف مروّت سمجھے کہ حضرت والا جس مجلس میں شریک نہ ہوں وہ اس میں شریک ہوں، کیونکہ اس وقت ایسا کرنا یہ معنی رکھتا تھا کہ گویا مولانا (الہ آبادی) اِس انتظار میں تھے کہ کب یہ (مولانا تھانویؒ) یہاں سے جائیں اور کب ہم اپنی مجلس سماع منعقد کریں، مولانا الہ آبادیؒ کو حضرت والا کی خاطر اِس درجہ عزیز تھی کہ اپنے معمول ہی کو بدل دیا۔

سبحان اللہ کیسے مخلص اور بے تعصب حضرات تھے کہ باوجود اختلافِ مشرب ایک دوسرے کی اِس قدر رعایت فرماتے تھے اور ہر طرح کی دل آزاری سے بچتے تھے، آج کل کی طرح نہیں کہ قصداً محض دِل آزاری ہی کی غرض سے ایسے اُمور کا ارتکاب کیا جاتا ہے''۔ (از اشرف السوانح:۱/۱۵۸، ۱۵۹)

**حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ**: حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ صرف شیخ طریقت ہی نہ تھے بلکہ جید عالم وفاضل بھی تھے، آپ نے مختلف مکاتب فکر کے بزرگوں کے معاملہ میں جس قدر حُسنِ ظن اور جس فراخدلی کا ثبوت دیا ہے وہ ہم سب کے لئے مشعلِ راہ ہے، حضرت پیر صاحبؒ کے مشرب اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کے مسلک میں جس درجہ کا اختلاف ہے، ظاہر ہے لیکن اس اختلاف کے باوجود حضرت پیر صاحبؒ مسئلہ امکان امتناع نظیر کے باب میں حضرت شہیدؒ موصوف اور حضرت مولانا فضل حق صاحبؒ خیرآبادی کی باہمی بحث پر محاکمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اِس مقام پر امکان یا امتناعِ نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے، نہ تصویب یا تغلیط کسی کی فریقین اعنی اسمٰعیلیہ وخیرآبادیہ میں ہے شَکَرَ اللہ سعیهم۔ راقم سطور دونوں کو ماجور ومثاب جانتا ہے "وانما الاعمال بالنیات ولکل امرءٍ مَانویٰ"'' (منقول از ''عجالہ بردورسالہ'' طبع دوم، ص:۷، زیر عنوان ''فائدہ جلیلہ'' اِس عبارت میں حضرت پیر صاحبؒ نے دونوں بزرگوں (مولانا شہیدؒ اور مولانا خیرآبادیؒ) کے مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے گروہوں کی نسبت فرمایا کہ دونوں کو خدا کی بارگاہ سے اجر وثواب ملے گا اور دونوں کی نسبت دعاء فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اُن کی کوششوں کو مشکور فرمائے۔

پھر آپ نے اپنے ایک فتویٰ متعلقہ ''فرار از طاعون'' کی تائید وتصدیق میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا ایک فتویٰ اپنی کتاب ''فتوحات صمدیہ'' (مطبوعہ ملتان بارسوم، ص:۶۱) میں درج کیا ہے، اور اس میں جلی قلم سے یہ عنوان درج فرمایا ''نقل فتویٰ جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی عم فیضہ''

مولانا گنگوہیؒ کے انتقال کے بعد آپ کا اور آپ کے اسی فتویٰ کا ذکر ''فرار'' نامی ایک رسالہ کے صفحہ ۳ میں (جسے خانقاہ گولڑہ شریف کے خدام نے شائع کیا تھا) ان الفاظ کے ساتھ ملتا ہے: حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور جناب مولانا مولوی شیخ محمد عبدالغفار صاحب نوانگری وغیرہ نامی علمائے ہند کے فتوے شائع ہوئے''۔

مولانا گنگوہیؒ کی زندگی میں ان کے نام کے ساتھ ''عم فیضہ'' اور وفات کے بعد ''رح'' کا لکھا جانا (جو رحمۃ اللہ علیہ کا مخفف ہے) اِس امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ حضرت پیر صاحبؒ اور آپ کے متوسلین کی نگاہ میں حضرت مولانا گنگوہیؒ بڑے مرتبہ کے بزرگ تھے، حضرت پیر صاحبؒ کا یہ حُسن ظن اور فراخدلی صرف اکابر دیوبند ہی کے ساتھ خاص نہ تھی بلکہ جماعت اہل حدیث کے سنجیدہ علماء کے بارے میں آپ کا رویہ صلح جُویانہ اور روادارانہ تھا، چنانچہ آپ نے مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی مرحوم ومغفور کی کتاب ''شہادت القرآن'' پر تقریظ فرماتے ہوئے جو عربی عبارت تحریر فرمائی تھی، اُس کا ترجمہ اُردو یہ ہے: ''یا اللہ! مولانا محمد ابراہیم صاحب کو لمبی زندگی عطا فرما کر اسلام اور مسلمانوں کی مدد فرما اور بے دینوں اور مبتدعین کو ذلیل کر اور مولوی صاحب کے گناہ معاف فرما اور اُن کی نیکیاں بڑھا'' (منقول از ''چراغ سنت'' صفحہ ۲۷۲)

**حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری**: مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی خطیب صدر راولپنڈی نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ دیوبند سے کشمیر جاتے ہوئے رونق افروز لاہور ہوئے۔

(مولانا عبدالحنان صاحب اِس سفر میں حضرت شاہ صاحب کے ہمراہ تھے) تو حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں سے ایک صاحب نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حضرت میاں صاحبؒ کے شوق ملاقات کا تذکرہ کیا، تو شاہ صاحب نے سفر کشمیر سے واپسی پر شرقپور تشریف لیجانے کا وعدہ فرمایا اور جب آپ کشمیر سے واپس ہوکر لاہور تشریف لائے تو انہوں نے وعدے کی یاددہانی کرائی۔ چنانچہ آپ شرقپوری تشریف لے گئے، اس سفر میں بھی مولانا عبدالحنان صاحب کو حضرت شاہ صاحبؒ کی ہمراہی کا شرف حاصل رہا، حضرت میاں صاحبؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ انتہائی اکرام واحترام کا معاملہ فرمایا، بلکہ حضرت شاہ صاحبؒ کو چند نقد روپے اور کوئی کپڑا بھی بطور ہدیہ دیا اور رخصت کے وقت سواری پر سوار کرانے کے لئے باہر تک تشریف لائے۔

یہ تو عملی برتاؤ تھا جو حضرت میاں صاحبؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ فرمایا، اب حضرت میاں صاحبؒ کا ارشاد حضرت شاہ صاحبؒ اور چند دیگر اکابر دیوبند کے متعلق پڑھئے۔

حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا: ''دیوبند میں چار نوری وجود ہیں، اُن میں سے ایک مولانا انور شاہ صاحبؒ ہیں''

حضرت میاں صاحبؒ کا یہ ارشاد کتاب ''خزینۂ معرفت'' طبع اول میں آج بھی دیکھا جاسکتا ہے، جو حضرت میاں صاحبؒ کے خلیفہ حضرت صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری مرحوم کی تصنیف ہے، لیکن معلوم ہوا ہے کہ اب جو اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا گیا ہے اُس میں حضرت میاں صاحب کا یہ ارشاد حذف کردیا گیا ہے، اگر یہ واقعہ صحیح ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ناشر کتاب نے آخر اپنے پیر، روشن ضمیر اور ان کے خلیفہ کی ایک سنگین غلطی کا ازالہ کر ہی ڈالا۔ انا لِلّٰہ وانا الیه راجعون۔

''ایں کا راز تو آید ومرداں چنیں کنند''

**دیگر پیرانِ عظام**: متحدہ ہندوستان کے اور کئی ایسے مشائخ طریقت ماضی قریب میں گذرے ہیں جن کے عمل سے ثابت ہے کہ وہ دیوبند کے مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات کے ساتھ حُسنِ ظن رکھتے تھے، اُن میں سے بعض نے خود اکابرِ دین کی شاگردی اختیار فرمائی مثلاً حضرت پیر احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ (چورہ شریف ضلع کیمل پور) کہ وہ دیوبند کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور عمر بھر اکابر علماء دیوبند کے علم وتقویٰ کی مدح فرماتے رہے، راقم الحروف قاسمی نے خود حضرت پیر صاحب کی زبانی کئی دفعہ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں تعریفی الفاظ سنے ہیں اور بعض حضرات نے اپنے صاحبزادوں کو دیوبندیوں کے مدارس میں داخل کرایا، جیسے حضرت حافظ عبدالکریم صاحب نقشبندی (راولپنڈی) نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کو دیوبندیوں کے مدرسہ سے تعلیم دلائی تھی اور بعض حضرات مشائخ کے علماء دیوبند کے ساتھ گہرے مراسم تھے مثلاً حضرت مولانا احمد خان صاحب نقشبندیؒ (کندیاں، ضلع میانوالی) اِن کے ہاں ایک دفعہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ تشریف لے گئے تھے۔

مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی موصوف نے بتایا کہ میں جب تک آسٹریلیا مسجد لاہور میں مقیم رہا، حضرت میاں صاحب شرقپوریؒ کے خلیفہ سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب (کرموں والے) لاہور آنے پر میرے ہاں اکثر قیام فرماتے، راقم الحروف قاسمی کے شفیق استاد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ (خلیفہ اعظم حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ) کو ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ محمد قمر الدین صاحب سیالوی نے اپنے ہاں دعوت دے کر ان کا وعظ کرایا۔

اس قسم کے بہت سے واقعات نقل کئے جاسکتے ہیں، جن سے ثابت ہے کہ بحمد اللہ مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے ایسے بزرگ ہر دور میں موجود رہے ہیں جن کی للّٰہیت، بے تعصبی اور بلند نظری اور باہمی حسنِ ظن اور ایک دوسرے کے اعزاز واکرام کی برکت سے مسلمان من حیث الجماعت اسلام کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے شر سے محفوظ رہتے تھے، بے دینوں اور ملحدوں کے حوصلے پست رہتے تھے، لیکن اب ہماری دھڑے بندی، تنگ نظری اور شدتِ تعصب کی نحوست نے ہم سے یہ برکت چھین لی، جس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے کہ آج ہمارے ملک میں شیطان دِن دھاڑے ننگا ہوکر کبڈی کھیل رہا ہے اور کوئی شخص اس کے پاؤں میں بیڑی ڈالنے والا نہیں ہے۔ (ماہنامہ دارالعلوم، مارچ ۱۹۶۲ء)

Scanned with CamScanner

# اصلاحِ امت کے چھ قرآنی اصول

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی

اللہ رب العزت نے اصلاح امت کے چھ بنیادی اصول بیان کئے ہیں، ارشاد ربانی ہے: ''اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے انصاف کرنے اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کو دینے کا اور منع کرتا ہے، بے حیائی سے اور نامعقول کام کرنے سے اور سرکشی سے، تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔'' (سورۃ النحل:۹۰)

قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت، اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری امور مکمل امور نہایت مکمل اور واضح بیان موجود ہے۔ اس لیے کہ قرآن کریم کی ایک صفت ''تبیانا لکل شیء'' یعنی ہر چیز کو واضح اور کھول کر بیان کرنے والی ہے۔ اس آیت کے سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک خیر و شر کے بیان کو اس آیت میں جمع کر دیا ہے، یعنی کوئی اچھا یا برا عمل ایسا نہیں ہے جو ان چھ امور سے باہر رہ گیا ہو۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ کے بہ قول اس کا مختصر سا اندازہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ اس آیت میں تین چیزوں کا حکم فرمایا: (۱)عدل (۲)احسان (۳)ایتائے ذی القربی اور منع بھی تین چیزوں سے فرمایا: (۱)فحشاء (۲)منکر (۳)اور بغی۔

عدل: عدل کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات اور جذبات، اعتدال و انصاف کے ترازو میں تلے ہوئے ہوں، افراط و تفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ پائے، سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ ہو تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، جو بات اپنے لیے پسند نہ کرتا ہو، اپنے بھائی کے لیے بھی پسند نہ کرے۔

احسان: احسان کی بابت فرماتے ہیں: ''احسان کے معنی یہ ہیں کہ انسان بذاتِ خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بن کر دوسروں کا بھلا چاہے۔ مقام عدل و انصاف سے ذرا بلند ہو کر فضل و عفو اور لطف و کرم کی خوبی اختیار کرے۔ فرض ادا کرنے کے بعد مزید یا نفل کی طرف قدم بڑھائے۔ انصاف کے ساتھ مروت کو جمع کرے اور یقین رکھے کہ جو بھلائی کرے گا، اللہ اسے دیکھ رہا ہے ادھر سے بھلائی کا جواب ضرور بھلائی کی صورت میں ملے گا۔ (تفسیر عثمانی) بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث میں احسان کا مفہوم یہ بیان ہوا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اس طرح بندگی کریں گویا کہ آپ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں، اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو سکے تو یہ اعتقاد و یقین بہر حال ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دیکھ رہا ہے ہیں۔ (بخاری)

ایتائے ذی القربیٰ: مذکورہ دونوں خصلتوں (عدل و احسان یا انصاف و مروت) کے مفہوم و مصداق میں یک گونہ وسعت تھی، انسان کی اپنی ذات، اپنے پرائے اور دوست و دشمن سب سے متعلق تھیں، ان خصلتوں کے بعد ذوی القربیٰ کو خاص طور پر ذکر کر کے متنبہ فرما دیا کہ عدل و انصاف تو سب کے لیے یکساں ہے، لیکن مروت و احسان کے وقت بعض مواقع بعض سے زیادہ رعایت و اہتمام کے قابل ہیں۔ ہمدردی اور مروت و احسان میں دور والوں کی بہ نسبت اقارب کا حق کچھ زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرابت داری کے باہمی تعلقات قائم فرمائے ہیں، انہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، بلکہ صلہ رحمی ایک مستقل نیکی ہے جو اقارب و ذوی الارحام کے لیے درجہ بدرجہ بجالانی چاہیے تاکہ قدرت کے قائم کیے ہوئے قوانین کی رعایت ہو اور فرق مراتب کی ترتیب برقرار رہے۔

احادیث مبارکہ کے مطابق رشتے داروں کی مالی اعانت سب سے افضل صدقہ ہے، کیوں کہ اس میں دہرا اجر ہے، ایک تصدق و انفاق (خرچ کرنے) کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ (احیاء علوم الدین)

فحشاء: حیاء کی ضد ہے، احادیث مبارکہ میں ہر قسم کی قولی و عملی بے حیائی کی قباحت و شناعت اور ممانعت موجود ہے۔ (مشکوٰۃ)

عام اصطلاح میں ''فحشاء'' سے مراد وہ بے حیائی کی باتیں ہیں، جن کا ہونا شہوت و گندگی تصور کیا جاتا ہو اور جن کا ذکر یا اظہار صالح طبیعت پسند نہیں کرتی۔

منکر: معروف کی ضد ہے، یعنی وہ نامعقول کام جن کو فطرتِ سلیمہ اور عقل صحیح قبول نہ کرے اور جو سماج میں فتنہ و فساد کا سبب ہے۔ ارشادِ نبویؐ کے مطابق ''منکر'' کا خاتمہ ہر مسلمان پر حسب استطاعت لازم ہے۔ اس استطاعت کے تین درجات ہیں: (۱) منکر کے خاتمہ و انسداد کے لیے قوت و طاقت سے کام لیا جائے۔ (۲) اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اصلاح و تبدیلی کے لیے زبانی ناصحانہ و مصلحانہ کردار ادا کیا جائے (۳) اگر استطاعت کے یہ دونوں درجے میسر نہ ہوں، ماحول و معاشرہ کا جبر و استحصال زوروں پر ہو تو ایمانی حرارت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس برائی پر قلبی ناپسندیدگی اور لاتعلقی کا اظہار کرے اور دل میں یہ عزم رکھے کہ توفیق میسر آنے پر منکر کے خاتمے کے لیے پہلے دو دَرجات پر عمل کروں گا۔ (مشکوٰۃ)

بغی: یعنی بغاوت و سرکشی جو اطاعت و فرماں برداری کی ضد ہے، یہ برائی حیوانی خصلت کا مظہر ہے۔ جس طرح جانور خودسر اور نافرمان ہوتا ہے یعنی سرکشی کر کے قبضہ سے نکل جاتا ہے، اسی طرح انسان کا ظلم و زیادتی پر کمربستہ ہو کر درندوں کی طرح انسانیت سے ہٹ کر درندگی کا مظاہرہ کرنا اور دوسروں کی جان و مال اور عزت و آبرو پر ناجائز دست درازی کرنا بغی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تاکید کے ساتھ فرمایا تھا کہ تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن (عرفہ) میں، تمہارے اس مہینہ (ذی الحجہ) میں اور تمہارے اس شہر (مکہ) میں حرام ہیں، یعنی جس طرح تم عرفہ کے دن، ذی الحجہ کے مہینے اور مکہ مکرمہ میں قتل و غارت گری اور لوٹ مار کو حرام سمجھتے ہو، اسی طرح ہمیشہ کے لیے اور ہر جگہ ہر ایک مسلمان کی جان و مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ لہٰذا تم میں سے کوئی کسی وقت اور کسی جگہ کسی کا خون نہ کرے، کسی کا مال چوری و دغابازی سے نہ کھائے اور کسی کو جانی اور مالی تکلیف میں مبتلا نہ کرے۔

یوم نحر (دسویں ذی الحجہ) کے خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان و مال کے ساتھ عزت و آبرو کو بھی شامل فرمایا اور مزید تاکید سے احساس دلایا کہ دیکھو! عنقریب تمہارے رب سے تمہاری ملاقات ہوگی اور وہ تمہارے اعمال پر باز پرس کرے گا، خبردار! تم لوگ میرے بعد گمراہی اختیار نہ کرنا۔

اس آیت کے تین احکام اور تین باتوں سے رکنے کا حکم اتنا جامع ہے کہ اگر ہم اپنی ذاتی اور سماجی و معاشرتی زندگی میں شعور کے ساتھ اس پر عمل کریں تو نہ صرف ہماری زندگی تبدیل ہوجائے گی بلکہ سماج اور معاشرے میں ناقابل تصور تبدیلی آئے گی۔

ذرا تصور کیجیے جس سماج و معاشرے میں عدل و انصاف اور مساوات ہو، جہاں لوگ دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ ہی دینے پر اتارو ہوں اور جہاں رشتہ داروں اور قرابت داروں کے درمیان تعلقات مضبوط ہوں تو اس معاشرے میں فتنہ و فساد کہاں سے آسکتا ہے۔ کتنا پیارا اور خوب صورت معاشرہ ہوگا اور اس میں جینا کتنا حسین ہوگا۔

دوسری طرف آپ موجودہ زمانے کو دیکھئے اور پھر سوچئے کہ اگر اس سماج و معاشرے سے فحاشی و بے حیائی ختم ہوجائے، برائیاں ناپید ہوجائیں اور بغاوت و سرکشی اللہ کی اطاعت و فرماں برداری میں تبدیل ہوجائے تو انسانی زندگی کتنی پرلطف اور پرامن ہوجائے۔ بس ان خوبیوں کو اپنی ذاتی زندگی میں جاری کرلیں اور ان برائیوں سے اپنی ذات کو بچالیں تو زندگی کیا آخرت بھی کامیاب ہوجائے گی۔

# کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

مولانا رضوان احمد ندوی

خشیت الٰہی انسان کی زندگی کے رخ کو متعین کرتا ہے اور اس کے کردار و عمل میں نکھار پیدا کرتا ہے، خوف خداوندی سے دل کے گرد و غبار صاف ہوتے ہیں، ایمان و یقین میں پختگی آتی ہے اور فکر و عمل میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ انسان جو کچھ سوچتا ہے اس پر خدا کی عدالت میں جواب دہی کا یقین غالب رہتا ہے کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے رفتار و گفتار میں اعتدال و توازن قائم رہتا ہے، بولتا ہے تو ناپ تول کر، دیکھتا ہے تو سوچ سمجھ کر، سنتا ہے تو دل میں گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے، جب انسان تقویٰ کے اس معیار پر پہونچ جاتا ہے تو اس کو عبادت میں بھی روحانی لذت ملنے لگتی ہے پھر اس کا ایمان بھی حسین ہوجاتا ہے اور اسلام بھی، حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا گیا ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ عبادت کے وقت قلب پر یہ کیفیت طاری رہے کہ گویا کہ ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں ورنہ یہ تصور تو غالب ہی رہے کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے ایسا انسان اپنی زندگی کو صحیح سمت میں منزل تک لے جانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ایک صاحب نسبت بزرگ حضرت سہیل بن عبداللہ کو ان کے پیر طریقت نے تعلیم دی کہ تم ہمیشہ ان کلمات کا ورد کیا کرو، اللہ شاہدی، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ ناظری، میں اللہ کی نظر میں ہوں، اللہ معی، اللہ میرے ساتھ ہے۔ اگر یہ تصور کسی انسان کے دل میں پیوست ہوجائے تو پھر وہ اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صدیق محترم حضرت ابوبکر صدیقؓ سے غار حرا میں فرمایا تھا کہ اے ابوبکر بالکل نہ گھبراؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے لاتحزن ان اللہ معنا وہ ہمیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ وھو معکم این ماکنتم واللہ بما تعملون بصیر (الحدید) تم جہاں کہیں بھی رہو اور جس حال میں بھی رہو اللہ تمہارے ساتھ ہے دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں خدا تمہارے ساتھ نہ ہو۔

جو کرتا ہے کچھ چھپ کے اہل جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسمان سے

آپ نے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کا وہ مشہور واقعہ سنا ہوگا کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ شب کے وقت ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ان کے کان میں ایک عجیب آواز پڑی، ماں اپنی بیٹی سے دبی زبان میں کہہ رہی تھی کہ بیٹی اجالا ہونے سے پہلے دودھ میں پانی ملا دو، بیٹی نے جواب دیا کہ آپ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کا فرمان نہیں سنا کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ ماں نے کہا کہ اس وقت امیر المومنین آرام کر رہے ہوں گے، وہ یہاں کہاں دیکھ رہے ہیں، بیٹی نے کہا کہ وہ تو نہیں دیکھ رہے ہیں لیکن خدا تو دیکھ رہا ہے۔ یہ گفتگو سن کر حضرت عمرؓ بہت محظوظ ہوئے، لڑکی کی دیانت اور اس کی حق گوئی پر خوش ہو کر اپنے بیٹے عاصم کی اس سے شادی کر دی۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت مولانا محمد رضوان القاسمی حیدرآباد نے نواب بہادر یار جنگ کا لکھا کہ نواب صاحب ایران کے ایک سفر کے موقع پر تہران میں انہیں کسی مقام تک جانا تھا، انہوں نے سڑک پر ایک ٹیکسی رکوائی اور ٹیکسی ڈرائیور سے پوچھا کہ فلاں مقام تک کا کیا لوگے، ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا کہ آپ کتنے آدمی ہیں، بہادر یار جنگ اکیلے تھے لیکن فرمایا کہ دو، ٹیکسی ڈرائیور نے فی کس کرایہ بتا دیا، بہادر یار جنگ نے فرمایا کہ کرایہ تو ایک ہی شخص کا دیں گے، لیکن چلیں گے دو، ٹیکسی ڈرائیور نے انکار کیا میں تو نہیں لے جاؤں گا، بہادر یار جنگ نے اصرار کیا میں اور میرا ساتھی ضرور جائیں گے لیکن کرایہ ایک ہی کا ملے گا، ٹیکسی ڈرائیور کو غصہ آ گیا، اس نے انہیں لے جانے سے صاف انکار کر دیا تو بہادر یار جنگ نے ہنس کر فرمایا بھیا! میرا خدا میرے ساتھ ہے، کیا خدا کا بھی کرایہ لوگے، بظاہر انداز مزاح کا ہے، مگر اس میں جو حقیقت پوشیدہ ہے وہ لائق التفات ہے خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس اگر انسان کے ذہن و دماغ پر ہمیشہ طاری رہے تو ناممکن ہے کہ وہ اپنی فکر و عمل میں کوئی غلط روش اختیار کرے اگر یہ تصور مضبوط و مستحکم نہ ہو تو انسان وہ کام کرتا ہے جس سے بہیمیت اور حیوانیت کو بھی شرم آتی ہے۔

لیکن جب انسان کے دل میں یہ عقیدہ راسخ ہوجائے کہ جلوت و خلوت میں اللہ اسے دیکھتا ہے تو حرام سے محفوظ رہتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حرام سے بچو سب سے بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے۔ آج دنیا سے بے راہ روی، رشوت ستانی، دروغ گوئی اور دھوکہ دھری کی شناخت و قباحت اس لئے اٹھتی جا رہی ہے کہ خوف خدا اور آخرت کا تصور دل سے محو ہو جاتا رہا ہے اس لئے نفس پر قابو پانے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں خدا کے سامنے جواب دہی کا خوف پیدا ہو اور دل میں یہ تصور مستحکم رہے کہ خدا دیکھ رہا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ ''جانتا تو ہر مسلمان ہے کہ مجھے مرنے کے بعد خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہے لیکن یہ حقیقت جتنی یقینی ہے اتنی ہی کثرت کے ساتھ نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے۔ نفس پر قابو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس حقیقت کو دل میں اس طرح جاگزیں کر دیا جائے کہ کسی بھی وقت خدا کے دربار میں حاضری کا تصور دل سے محو نہ ہو اور یہ بات مراقبہ موت سے حاصل ہوتی ہے انسان کو چاہئے کہ وہ دن میں کم از کم ایک مرتبہ پانچ دس منٹ نکال کر اپنی موت اور موت کے بعد کے ذکر کو بھی لازمی طور پر شامل کرلے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اکثروا ذکر ہاذم اللذات۔ لذتوں کو ختم کر دینے والی چیز یعنی موت کا کثرت کے ساتھ ذکر کیجئے۔ یہ چیز دل میں خدا کا خوف اور آخرت کی فکر پیدا کرے گی اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان کے لئے اپنی خواہشات نفس پر قابو پانا آسان ہوجائے گا۔

Scanned with CamScanner

# عہد نبویؐ میں تعلیم نسواں

ناز آفریں

صالح اور اسلامی معاشرے کے قیام میں مرد وزَن کا باہمی تعاون ناگزیر ہے۔ عورت نصف آبادی کہلاتی ہے۔ اگر یہ حصہ جاہل یا نیم خواندہ رہ جائے تو معاشرے کی تعمیر و تشکیل ناقص رہ جائے گی۔ خواتین اپنی ذمہ داری اور فرائض کی ادائیگی بہترین انداز میں نہیں کرسکتیں، جب تک کہ انہیں اسلام کے عطا کردہ انقلابی تعلیمات سے آراستہ نہ کیا جائے۔ معاشرے کی فلاح و بہبودی کے پیش نظر اسلام نے خواتین کے لیے علم کو نہ صرف ان کا حق سمجھا؛ بلکہ حصول علم ان کے لیے بھی فرض قرار دیا۔ حصولِ علم کے دوران عورت خود اپنی تربیت کرتی ہے۔ وہیں بچوں کی تعلیم و تربیت بھی کرتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کی معلّمہ بھی ہوتی ہے۔ بعض اہم مقاصد کی تکمیل کے تحت عورت کی تعلیم مردوں کی تعلیم سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ نسلوں اور قوموں کی تعلیم و ترقی کی تمام تر ذمہ داری خواتین کی تعلیم و تربیت پر منحصر ہے۔ کیوں کہ انہیں امت کے قائدین کی پرورش کرنی ہے۔ عہد نبویؐ میں خواتین کی تعلیم و تربیت کی ضرورت و اہمیت کا کس قدر احساس کیا گیا؟ اس سلسلے میں کیا اقدامات ہوئے؟ خواتین کی تعلیم کے مقاصد و اہداف کیا تھے؟ اس کے لیے کیا انتظامات کیے گئے؟ ان امور سے واقفیت خواتین و طالبات کے لیے نہایت ضروری ہے۔ ایک آئیڈیل اسلامی سوسائٹی کی تشکیل میں یہ اقدام ناگزیر ہیں۔ خواتین کی بہترین تعلیم و تربیت کے ذریعہ نہ صرف خواتین کو فائدہ ہوگا بلکہ بہتر معاشرے کی تعمیر و ترقی میں ان کے کردار کو بھی متعین کیا جاسکے گا۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیادی مقصد علم کی روشنی میں فرد کی ہمہ جہت ارتقاء، معاشرے کی تشکیل نو ہے۔ اس کے ذریعہ نفس کی تربیت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے معلم تھے۔ جس میں انسانیت کے ہر ایک شعبے کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ اس بات کی وضاحت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی ہے۔ ''میں تمہارے لیے بہ منزلہ والد کے ہوں، تمہیں (ہر چیز کی) تعلیم دیتا ہوں۔'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نصابِ تعلیم کسی ادارے تک محدود نہیں تھا۔ نہ کسی ریاست، ملک اور قوم کے لیے مخصوص تھا؛ بلکہ آپؐ ساری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ یہ تعلیم مختلف حالات اور مواقع کی مناسبت سے نجی مجالس، مساجد، مکاتب، عوامی خطاب، اجتماعات، سفر و حضر تک ہی محدود نہ تھے، بلکہ جنگ کے وسیع میدان کے لیے بھی تھے۔ جس سے مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی پوری طرح مستفید ہوتی تھیں، اور ان تعلیمات سے وہ دوسری خواتین کو بھی بہرہ ور کرتیں۔ اس طرح حصول علم کا سلسلہ ایک دوسرے تک منتقل ہوتا رہا۔ اس ضمن میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں: ''ہر شعبۂ زندگی میں تعلیم و تربیت دے کر ایک اعلیٰ درجہ کی مہذب و شائستہ اور پاکیزہ قوم بنائیں۔ اس غرض کے لیے صرف مردوں کو تربیت دینا کافی نہ تھا۔ بلکہ عورتوں کی تربیت بھی اتنی ہی ضروری تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف عمروں اور ذہنی صلاحیتوں کی متعدد خواتین سے نکاح کیا۔ ان کو براہ راست خود تعلیم و تربیت دے کر اپنی مدد کے لیے تیار کیا۔ اور پھر ان سے ہر قسم کی عورتوں کو دین سکھانے اور اخلاق و تہذیب کے لیے نئے اصول سمجھانے کا کام لیا۔ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد یہ خدمت بھی کی گئی تھی کہ پرانے جاہلی نظام زندگی کو ختم کر کے اس کی جگہ اسلامی نظام زندگی عملاً قائم کریں۔ اس خدمت کی انجام دہی کے لیے جاہلی نظام کے علم برداروں سے جنگ ناگزیر تھی۔ معاشرے کی عملی اصلاح اور اس کی جاہلانہ رسوم کو توڑنا بھی آپؐ کے فرائض منصبی میں شامل تھا۔'' دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرم خواتین کو عہد نبویؐ میں تعلیم نسواں سے ضرور متعارف ہونا چاہیے۔ اور ایسا ہی ماڈرن نظام تعلیم قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جہاں خواتین یکسوئی کے ساتھ آزادانہ ماحول میں خواتین معلّمات سے مستفید ہوں۔ ایسے تعلیمی مراکز قائم ہو رہے ہیں، لیکن ابھی ان کی تعداد بہت کم ہے، اس کام میں خواتین آگے بڑھ کر اپنی خدمات پیش کریں۔

**فرضیت تعلیم**: اسلام انسانی زندگی کا آغاز جہالت اور تاریکی کے بجائے علم کی روشنی سے چاہتا ہے۔ تمام مذاہب اور تہذیبوں میں یہ امتیاز صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے ہر قسم کی علمی اجارہ داریوں کا خاتمہ کرتے ہوئے بلا تفریق جنس اپنے تمام پیروکاروں کے لیے علم کے حصول کو لازم قرار دیا ہے۔ قدیم تہذیبوں نے خواتین پر بڑے مظالم ڈھائے۔ اِسے بہ حیثیت انسان بنیادی سہولیات سے یکسر محروم رکھا۔ اِن میں ارسطو نے محض جزوی طور پر عورتوں کی تعلیم کو ضروری تسلیم کیا۔ بیشتر تہذیب کے علَم برداروں نے عورت کو اعلیٰ اور معیاری تعلیم دینے کی مخالفت کی ہے۔ اس کے نقائص بتانے کے ساتھ اس کی کردار شکنی کی ہے۔ یورپ میں قرون وسطیٰ میں خواتین کی تعلیم کو نہ صرف معیوب سمجھا جاتا تھا بلکہ مردوں کے بالمقابل خواتین کی تعلیم کی سرے سے کوئی اہمیت ہی نہیں تھی۔ قرآن کریم نے حصول علم کو مرد اور عورت دونوں کے لیے یکساں اور ضروری قرار دیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ: ''علم کی تلاش ہر مسلمان کے لیے فرض ہے۔'' احکام شریعت مرد و عورت کے لیے یکساں ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے 'تعلیم بالقلم' کو انسانیت پر احسان قرار دیا ہے۔ آیت مبارکہ ہے: ''پڑھ! اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔'' تعلیم نسواں: ضروری کیوں؟ تعلیم و تربیت انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ انبیاء کرام کو اسی مقصد کے تحت اللہ رب العزت نے مختلف قوموں اور ادوار میں مبعوث فرمایا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی۔ انھیں اس قابل بنایا کہ وہ خواتین کے ساتھ ساتھ مردوں کو بھی تعلیم و تربیت سے آراستہ کریں۔ خواتین سے خاص معاملات میں مشورے لیے جاتے اور رہنمائی بھی حاصل کی جاتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹیوں کی تعلیم و تربیت کی ترغیب دیتے۔ حدیث میں ہے: ''جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی ان کی تعلیم و تربیت کی اور ان سے اچھا سلوک کیا تو اس کے لیے جنت ہے۔'' اس سلسلے میں ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں: ''آپؐ کی تعلیمی سرگرمیوں میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی اہمیت دی گئی۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کے مبارک عہد میں معلمین کی طرح معلمات کا بھی تقرر ہوتا تھا۔ حضرت اُم ورقہ، شفاء بنت عبداللہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا شمار عہد رسالتؐ کی معلمات میں بجا طور پر کیا جاسکتا ہے۔'' عہد نبیؐ میں خواتین کو اسی مقصد کے تحت تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا گیا تاکہ وہ دوسری خواتین کے درمیان اسے فروغ دیں۔ ان کی تربیت کریں۔ ان کے اندر دین اسلام کا صحیح فہم پیدا کریں۔ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے کے لیے آمادہ ہوں۔ وہ معاشرہ کی تشکیل میں اپنا رول ادا کرسکیں۔ خواتین کی اہمیت اس لیے بھی مسلّم ہے کہ تعلیم کا ایک سرا ہمیشہ ان سے جڑا رہا ہے۔ خواتین کی تربیت میں خواتین کا رول زیادہ اثر انداز ہے۔ خواتین آپس میں کسی بھی موضوع پر بآسانی گفتگو کرسکتی ہیں۔ ایسا ہی تعلیمی نظام از سر نو قائم کیا جائے، جہاں خواتین سے متعلق تمام پہلوؤں پر خواتین تعلیم دیں۔ ایسے جامعات قائم کیے جائیں جہاں صرف خواتین معلّمہ ہوں۔ اس نظام کو قائم کرنے میں اعلیٰ تعلیم یافتہ، معاشی لحاظ سے مضبوط، تجربہ کار اور دینی و عصری تعلیمی ماحول میں پروردہ خواتین ٹیم کی اشد ضرورت ہے۔

**مقاصد تعلیم**: ماہرین تعلیم کے مطابق علم کا مقصد فرد کی قدرتی صلاحیتوں کو دریافت کر کے ان کی نشو ونما کرنا ہے۔ اسے اس قابل بنانا ہے کہ وہ تمام فرائض کو بطریق احسن ادا کرسکے اور ریاست کا بہترین شہری بن سکے۔ مغربی تعلیمی اداروں کا مقصد صرف ماڈی اشیاء کا حصول ہے۔ اس میں شخصیت کی تعمیر و ترقی اور تعلیم کے اخلاقی و روحانی پہلوؤں کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ مخلوط تعلیم نے بہت سے مسائل پیدا کیے ہیں۔ عورت با اختیار اور خود کفیل تو بن گئی، لیکن اس نے اپنی ذات کا ثبات کھو دیا۔ عہد نبویؐ میں دی گئی تعلیم نسواں آج بھی اسی قدر اہمیت رکھتی ہے۔ یہ تعلیمی ماڈل ہر لحاظ سے امت مسلمہ کے لیے مفید ہے۔ ۱۔ دینی و شرعی احکامات کی آگہی کے لیے مردوں کی طرح خواتین کے لیے بھی دینی و دنیاوی تعلیم لازمی ہے۔ کیوں کہ اس سے آراستہ ہوئے بغیر دین و شریعت پر عمل پیرا ہونا ممکن نہیں ہے۔ خواتین کی تعلیم کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ انہیں بہترین مسلمان اور بہترین انسان بنایا جائے۔ اس کا حصول اعلیٰ اور با مقصد تعلیم کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ عورتوں کے مخصوص مسائل، طہارت، عبادت، حقوق اللہ، حقوق العباد، خانگی، سماجی اور معاشرتی امور سے متعلق آگاہی؛ اس نظام تعلیم کا خصوصی ہدف ہونا چاہیے۔ ایسے علم کا حصول خواتین کے لیے دیگر علوم وفنون سے زیادہ اہم ہے۔ مذکورہ موضوعات عہد نبویؐ میں تعلیمی نصاب میں شامل تھے۔ ۲۔ خواتین حیاتیاتی اور نفسیاتی اعتبار سے مردوں کے بالمقابل مختلف ہیں۔ انہیں دی جانی والی تعلیمات ان کے فطری جذبات و صلاحیت اور قابلیت کے عین مطابق ہوں۔ ان کی نسوانیت کا شعور و ادراک فراہم کرتا ہو۔ ایسی تعلیم سے اجتناب ضروری ہے، جنہیں حاصل کر کے خواتین اپنا مرتبہ و مقام کھو دیں۔ تعلیم خواتین کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرائے اور اس کے فروغ کے لیے انھیں کوشاں رکھے۔ وہ رشتوں کا تقدس ہمیشہ بحال رکھنے کے لیے رشتوں کی نزاکت کو سمجھیں۔ ۳۔ خواتین کا اصل میدان عمل گھر اور خاندان ہے۔ اس کے بعد اُن کا سرکل ہے۔ جس کا سرکل جتنا وسیع ہوگا، اس کی ذمہ داریاں اور اہداف بھی اسے لحاظ سے ہوں گے۔ طبقۂ نسواں کو ایسی تعلیم کی اشد ضرورت ہے جو انہیں اطاعت شعار بیوی، مشفق ماں، صالحہ بیٹی، وفادار بہن اور بہترین مشیر بننے میں معاون ہو۔ عائلی زندگی کے آداب سے واقف کرائے۔

**عہد نبویؐ کے تعلیمی مراکز**: عہد نبویؐ میں مرد رسول اللہؐ سے علم سیکھتے اور وہ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بہنوں کو گھروں میں علم سکھاتے۔ مردوں کو مخاطب کر کے آپؐ نے سورہ نور کے متعلق فرمایا: ''تم خود بھی انھیں سیکھو اور اپنی خواتین کو بھی سکھاؤ۔'' رسول اللہؐ نے باہر سے آئے ہوئے نوجوانوں کے ایک وفد کو علم سکھانے کے بعد فرمایا: ''تم اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ، اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہو، انہیں علم سکھاؤ اور ان سے احکام پر عمل کراؤ۔'' (۱۰) صحابۂ کرامؓ خواتین کی تعلیم کا خاص خیال رکھتے۔ باہر کے معلم کا بھی انتظام کیا جاتا تھا۔ مشہور واقعے کے مطابق: ''عمر بن عبداللہ کی بہن حضرت فاطمہؓ اور ان کے شوہر حضرت سعیدؓ نے اپنے گھر میں حضرت خباب بن ارتؓ سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کی۔ کبھی کبھی خواتین کے حصول علم کے لیے کوئی گھر مخصوص کرلیا جاتا اور سب اکٹھا ہو جاتیں۔ اللہ کے رسولؐ علم دین کی باتیں بتاتے۔ بعض اوقات نبیؐ اپنے کسی نمائندے کو اپنی جگہ علم سکھانے کے لیے بھیج دیتے تھے۔'' حضرت اُم عطیہؓ کی روایت ہے: ''رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع فرمایا اور ہماری طرف عمر بن خطابؓ کو بھیجا۔ انہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر ہمیں سلام کیا۔ ہم نے جواب دیا۔ بعد ازاں انھوں نے کہا کہ میں تمہاری طرف اللہ کے رسول کا قاصد ہوں، انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم میں نوجوان اور حیض والی عورتیں ہیں، عیدین کے لیے جائیں اور ہم پر جمعہ فرض نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنازوں کے پیچھے چلنے سے بھی منع فرمایا۔'' مساجد اور عیدگاہوں میں تعلیم: عہد نبویؐ میں خواتین کے حصول علم کے لیے خاص انتظامات تھے۔ مسجد کی حیثیت مرکزی دفتر کی طرح تھی۔ آج اس روایت کو از سر نو تازہ کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ خواتین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات اور وعظ و نصیحت سے مستفید ہوتی تھیں۔ بنت حارثہ بن نعمان کہتی ہیں کہ: ''میں نے سورہ قٓ صرف حضورؐ کی زبانی یاد کیا ہے۔ وہ ہر جمعہ کو اس سے خطبہ دیتے تھے۔'' اسی طرح خولہ بنت قیس فرماتی ہیں: ''میں جمعہ کے دن خطبہ سنتی تھی اور آخری صف میں ہوتی تھی۔'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو خصوصی ہدایت دی کہ عید کے دن اپنی عورتوں کو حتیٰ کہ جوان لڑکیوں کو بھی عیدگاہ ساتھ لائیں۔ یقیناً خواتین کو اس اہم موقع پر دیگر فوائد کے ساتھ دین کی بہت سی باتیں بھی سیکھنے کا موقع ملتا تھا۔ یہاں تک کہ غیر طہر عورتیں دعاؤں میں شامل رہتی تھیں۔ اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو دوسری عورت اسے چادر دیتی۔ مساجد میں خواتین نماز و اذکار کے علاوہ سماجی صورت حال اور آداب سے بھی مستفید ہوتی تھیں۔ اس میں بعض ایسے بھی سوالات ہوتے جنہیں عمومی طور پر مردوں کے سامنے نہیں کیا جاتا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسے سوالات کے لیے خواتین کو منع نہیں کیا۔ اس کے علاوہ عورتیں امہات المومنین کے حجروں اور براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم سیکھا کرتی تھیں۔ جب فتنوں کی بارش ہونے لگی تو عورتوں کے لئے گھر میں نماز کی تاکید کی گئی۔

**حجروں میں تعلیم**: حضرت حفصہؓ کو احادیث سیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ ایک روز بال بندھوانے میں مشغول تھیں کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے زبان مبارک سے 'یاایھا الناس' فرمایا۔ یہ الفاظ سنتے ہی انھوں نے مشاطہ سے کہا۔ 'بال باندھ دو' اس نے کہا، جلدی کیا ہے؟ 'کہا' کیا خوب! کیا ہم آدمیوں (الناس) میں داخل نہیں ہیں۔ اس کے بعد خود بال باندھ کر اٹھیں اور پورا خطبہ سنا۔'' (۱۴) ان تین خاص مقامات کے علاوہ خواتین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہراتؓ سے علم حاصل کرتی تھیں۔ ان سے متعدد موضوعات پر کھل کر گفتگو کرتیں۔ مسائل کا جاننا اور انہیں دوسروں تک پھیلانے کی کوشش بھی ان کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھی۔ ان میں دین کے معاملے میں سبقت لے جانے کا جذبہ موجزن پایا جاتا۔ کوئی کسی کی دل شکنی نہیں کرتیں۔ نہ ان کے اندر اپنے علم کا غرور پایا جاتا تھا۔ یہ خواتین ازواج مطہرات سے علم سیکھتیں۔ ان کی خدمات کے مواقع کی تلاش میں رہتیں۔

تعلیم کے مذکورہ مقاصد و اہداف کو نظر انداز کرنے اور گلوبلائزیشن کے زیر اثر مغرب کی اندھی تقلید کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ آزادانہ مرد و زن کا اختلاط، مسابقت، نسوانی تشہیر، فرائض سے پہلو تہی کرنا، نئی نسل کی تربیت سے غفلت، خاندانی نظام میں بگاڑ، عائلی زندگی میں انتشار، اخلاقی باختگی اور بے راہ روی اسی جدید تعلیم کی دَین ہیں۔ عصری تعلیم خواہ کتنی بھی حاصل کر لی جائے، دینی تعلیم نہیں ہے تو زندگی میں سکون و عافیت نہیں۔ دونوں سے واقفیت اور توازن بہت ضروری ہے۔

Scanned with CamScanner

## سری لنکا: پارلیمانی انتخابات کے لیے ووٹنگ

سری لنکا کے پارلیمانی انتخابات کے لیے جمعرات کو ووٹنگ جاری ہے، جہاں ووٹر فیصلہ کریں گے کہ آیا نو منتخب صدر انورا کمارا دسانائیکے غربت مخالف اور اقتصادی بحالی کی اپنی پالیسیوں کو آگے بڑھانے کے لیے ضروری نشستیں حاصل کر پائیں گے، سترہ ملین سے زیادہ اہل ووٹرز پانچ سال کی مدت کے لیے پارلیمنٹ کے لیے قانون سازوں کا انتخاب کریں گے 196 سیٹوں کے لیے 8,821 امیدوار میدان میں ہیں، الیکشن کمیشن کے چیئرمین آر ایم اے ایل رتنائیکے نے منگل کو کہا، "تمام انتظامات مکمل ہیں اور ہم عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کو یقینی بنائیں، بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے دسانائیکے کو ستمبر میں اس وقت منتخب کیا گیا جب سری لنکا کی معاشی پریشانیوں نے ایک سیاسی بحران پیدا کر دیا، جس نے اس وقت کے صدر گوٹابایا راجا پاکسے کو 2022 میں استعفیٰ دینے پر مجبور کر دیا اور پھر سابقہ رانیل وکرما سنگھے حکومت کو بھی اقتدار سے باہر کر دیا (ڈی ڈبلیو)

## عراق کی بدنام زمانہ ابوغریب جیل میں زیادتیوں پر کروڑوں ڈالر کا ہرجانہ

امریکی ریاست ورجینیا کی ایک وفاقی عدالت نے منگل کے روز اپنے ایک اہم فیصلے میں ایک امریکی دفاعی ٹھیکیدار کو حکم دیا کہ وہ سن 2003-2004 کے دوران عراق کی معروف ابوغریب جیل میں تشدد کا نشانہ بننے والے تین عراقی مردوں کو 42 ملین ڈالر کا ہرجانہ ادا کرے، آٹھ افراد پر مشتمل جیوری نے اس کیس میں 'سی اے سی آئی پریمیئر ٹیکنالوجی' کو قیدیوں پر ہونے والے تشدد میں اس کے کردار کے لیے اسے ذمہ دار ٹھہرایا، اس کیس کا تعلق اس جنگ سے ہے جب امریکہ افغانستان اور پھر عراق میں القاعدہ کے خلاف برسر پیکار تھا، عدالت نے سہیل الشماری، صلاح العجیلی اور اسد الزوبی، متاثرین میں سے ہر ایک کو، زیادتی کے لیے بطور ہرجانے کے 30 لاکھ ڈالر اور تعزیری ہرجانے کے طور پر 11 ملین ڈالر دینے کا حکم دیا ہے، مدعا علیہان کے دعوے کے علاوہ کسی بھی ٹھیکیدار کا ان سے براہ راست رابطہ نہیں تھا اور جینیا میں قائم فرم سی اے سی آئی کے وکلاء کا استدلال تھا کہ ابوغریب میں قیدیوں کے ساتھ جو بھی سلوک ہوا اس کے لیے کمپنی ذمہ دار نہیں ہے کیونکہ وہ تو امریکی فوج کے اہلکاروں کے ساتھ مل کر اس قانونی اصول کے تحت کام کر رہی تھی جسے "ادھار پر لیے گئے ملازم" کے طور پر جانا جاتا ہے (ڈی ڈبلیو)

## طالبان حکومت نے ممبئی میں اپنا 'قائم مقام قونصل' مقرر کر دیا

افغانستان کی طالبان حکومت نے ایک بڑی پیش رفت میں اکرام الدین کامل کو ہندوستان کے صنعتی شہر ممبئی کے افغان مشن میں "قائم مقام قونصل" مقرر کیا ہے؛ تاہم نئی دہلی میں اس پر ابھی پوری طرح سے خاموشی چھائی ہے اور اب تک اس معاملے پر سرکاری سطح پر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا گیا ہے، اس سے قبل پیر کے روز افغان میڈیا نے یہ اطلاع دی تھی کہ اکرام الدین کامل سے متعلق یہ فیصلہ "طالبان حکومت کی جانب سے ہندوستان میں کسی بھی افغان مشن میں اس طرح کی پہلی تقرری ہے۔" طالبان حکومت میں سیاسی امور کے نائب وزیر خارجہ شیر محمد عباس ستانکزئی نے بھی سوشل میڈیا ایکس پر اپنی ایک پوسٹ میں اس کی تصدیق کی اور کہا کہ اکرام الدین کامل کو بطور " قائم مقام قونصل " مقرر کیا گیا ہے۔ (ڈی ڈبلیو)

## متحدہ عرب امارات کی مغربی کنارے کی توسیع پر اسرائیلی وزیر خزانہ کے بیانات کی مذمت

متحدہ عرب امارات نے اگلے سال مقبوضہ مغربی کنارے پر اسرائیلی خودمختاری کے نفاذ کی تیاری کے لیے ہدایات جاری کرنے کے حوالے سے اسرائیلی وزیر خزانہ بیزلیل سموٹریچ کے بیانات کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی ہے، وزارت خارجہ نے ایک بیان میں مقبوضہ فلسطینی علاقے کی قانونی حیثیت کو تبدیل کرنے کے مقصد سے تمام اشتعال انگیز بیانات اور اقدامات کی متحدہ عرب امارات کی جانب سے واضح طور پر تردید کی ہے اور بین الاقوامی قانونی حیثیت کے بارے میں قراردادوں کی خلاف ورزی کرنے والے تمام طریقوں کی بھی تردید کی ہے، جو خطے میں مزید کشیدگی اور عدم استحکام کا باعث بنتے ہیں اور امن و استحکام کے حصول کی کوششوں میں رکاوٹ ہیں، وزارت نے مشرق وسطیٰ میں امن کے عمل کو آگے بڑھانے کے لیے تمام علاقائی اور بین الاقوامی کوششوں کی حمایت کرنے کے ساتھ ساتھ دو ریاستی حل کو نقصان پہنچانے والے غیر قانونی طریقوں کو ختم کرنے اور ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کی ضرورت پر زور دیا ہے (وام نیوز ایجنسی)

## امریکی وزیر خارجہ کا غزہ کی جنگ کے خاتمے کا مطالبہ

امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن نے اسرائیل سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ غزہ کے باشندوں کو اب اپنے وطن واپس جانے کی اجازت دے، بدھ کے روز انہوں نے کہا کہ غزہ میں فلسطینیوں کی واپسی کے ساتھ ساتھ اسرائیل اس بات کو بھی یقینی بنائے کہ جنگ زدہ علاقوں تک امداد پہنچائی جا سکے، برسلز میں اپنے ایک خطاب میں اس اعلیٰ ترین امریکی سفارت کار نے کہا کہ اسرائیل نے غزہ میں اپنے جنگی مقاصد حاصل کر لیے ہیں اور اب اسے جنگ ختم کر دینا چاہیے؛ کیونکہ یہ پورے خطے میں پھیلتی جا رہی ہے، ان کا کہنا تھا، "صورتحال انتہائی مشکل اور ڈرامائی ہے کہ اس کا مکمل ازالہ کرنے اور لوگوں کی ضروریات پورا کرنے کا بہترین طریقہ جنگ کو ختم کرنا ہے۔" امریکی وزیر خارجہ نے کہا کہ اسرائیل نے حماس کے عسکری ونگ کو ختم کرنے کے اپنے اہداف حاصل کر لیے ہیں، جس نے سات اکتوبر 2023 کو اسرائیلی شہریوں پر بلا اشتعال حملے کے ساتھ اس جنگ کا آغاز کیا تھا (ایجنسی)

## جواہر لال پوسٹ گریجویٹ انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز میں 52 اسسٹنٹ پروفیسر کی ضرورت

جواہر لال پوسٹ گریجویٹ انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل ایجوکیشن اینڈ ریسرچ نے مختلف اسپیشلٹیز / سپر اسپیشلٹی ڈیپارٹمنٹس میں اسسٹنٹ پروفیسر کی 52 خالی اسامیوں پر بحالی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، ان میں اینستھیزیا لوجی، کلینکل امیونولوجی اور دندان سازی سمیت دیگر شعبے شامل ہیں، یہ اسامیاں پڈوچیری اور کرائیکل کیمپس کے لیے ہیں، اہل امیدواروں کا انتخاب انٹرویو کی بنیاد پر کیا جائے گا، دلچسپی رکھنے والے اور اہل امیدوار انسٹی ٹیوٹ کی ویب سائٹ پر جا کر درخواست فارم ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں، بھرا ہوا درخواست فارم اور منسلک دستاویزات مندرجہ ذیل پتہ پر ڈاک کے ذریعے بھیجے جائیں، ڈاک کے ذریعے درخواستیں قبول کرنے کی آخری تاریخ 27 نومبر 2024 شام 4:30 بجے تک ہے، درخواست کی فیس 1,500 روپے ہے؛ البتہ ST / SC زمرہ کے لیے 1,200 روپے ہے، یہ فیس آن لائن موڈ کے ذریعے ادا کرنا ہوگی۔

**درخواست بھیجنے کا پتہ:** اسسٹنٹ ایڈمنسٹریٹو آفیسر، (فیکلٹی ونگ)، دوسری منزل، پرشاسنک JIPMER، دھنونتری نگر، پڈوچیری۔

## شمال مشرقی سرحدی ریلوے NFR نے 5647 عہدوں کے لیے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے

انڈین ریلوے نارتھ ایسٹ (NFR) نے اپرنٹس کے 5647 عہدوں کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، وہ امیدوار جو اس کے اہل ہیں اور دلچسپی رکھتے ہیں وہ 03 دسمبر 2024 تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست کی فیس جنرل اور او بی سی زمرے کے امیدواروں کے لئے 100 روپئے اور SC / ST نیز خواتین کے لئے کوئی فیس نہیں ہے، فیس صرف ڈیبٹ کارڈ/ کریڈٹ کارڈ/ نیٹ بینکنگ کے ذریعے ادا کریں، پوسٹ کی معلومات، انتخاب کا طریقہ کار، تفصیلات، عمر کی حد، تنخواہ کا پیمانہ اور دیگر تمام معلومات کے لئے نوٹیفکیشن ضرور پڑھیں، مزید معلومات کے لئے اس لنک پر جائیں https://indianrailways.gov.in

## اتراکھنڈ میں 2000 پولیس کانسٹیبل بحالی کے لیے امیدوار آن لائن درخواست دیں

اتراکھنڈ ماتحت سروس سلیکشن کمیشن (UKSSSC) نے اتراکھنڈ پولیس کانسٹیبل میں مرد پولیس کانسٹیبل کے 2000 اسامیوں کی تکمیل کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، جس کا اشتہار نمبر 65 / 2024 ہے، وہ امیدوار جو اس میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ 08 نومبر 2024 سے 29 نومبر 2024 تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، نوٹیفکیشن، بحالی کی اہلیت، عہدہ کی معلومات، انتخاب کا طریقہ کار، عمر کی حد، تنخواہ کا اسکیل اور دیگر تمام معلومات آپ کو اس ویب سائٹ پر مل جائے گی https://sssc.uk.gov.in۔

درخواست کی فیس جنرل اور او بی سی زمرے کے لئے 300 روپئے، EWS / ST / SC زمرے کے لئے 150 روپئے ہے، فیس آن لائن موڈ ڈیبٹ کارڈ، کریڈٹ کارڈ، نیٹ بینکنگ وغیرہ کے ذریعہ ادا کریں۔

## آرڈیننس فیکٹریوں میں اپرینٹس کے 3534 اسامیوں پر بحالی کے لئے نوٹیفکیشن

حکومت ہند کا ادارہ، ینتر انڈیا لمیٹیڈ (YIL) نے 3534 اپرنٹس کی اسامیوں کو مکمل کرنے کے لیے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، انسٹی ٹیوٹ کے ذریعہ ITI پاس امیدواروں اور غیر ITI اہل امیدواروں کو تربیت فراہم کرے گا، اس کے تحت بہار، اتر پردیش، اتراکھنڈ، مغربی بنگال، چنڈی گڑھ، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر اور دیگر ریاستوں میں واقع آرڈیننس فیکٹریوں میں امیدواروں کو تربیت دی جائے گی، اہل اور دلچسپی رکھنے والے امیدوار آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست دینے کی آخری تاریخ 21 نومبر 2024 مقرر کی گئی ہے، درخواست کی فیس جنرل اور OBC زمرہ کے لیے 200 روپے مع GST، پسماندہ طبقے، معذوروں اور خواتین کے لیے 100 روپے ہے ویب سائٹ gov.com-www.recruit پر مزید معلومات موجود ہیں یا اس ہیلپ لائن نمبر 9741219831 پر کال کر کے بھی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

## راجستھان میں 2202 اسکول لیکچررس کی بحالی

راجستھان پبلک سروس کمیشن نے راجستھان میں اسکول لیکچرر کے 2202 عہدوں کو مکمل کرنے کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، دلچسپی رکھنے والے اہل امیدوار اس کے لئے درخواست دے سکتے ہیں، درخواست کی فیس 600 روپے ہے؛ البتہ ST / SC، راجستھان کے EBC / BC، (NCL)، EWS اور Divyang کے لیے فیس 400 روپے ہے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 04 دسمبر 2024 مقرر کی گئی ہے، مزید معلومات کے لئے سرکاری ویب سائٹ: rpsc.rajasthan.gov.in پر جائیں۔

## جج ایڈووکیٹ جنرل کے 8 عہدوں لے لئے درخواست مطلوب

ہندوستانی فوج میں جج ایڈووکیٹ جنرل انٹری اسکیم کورس کے 8 عہدوں کے لئے درخواست مطلوب ہے، درخواست کی فیس کسی بھی زمرے کے لیے نہیں ہے، عمر کی حد کم از کم 21 سال اور زیادہ سے زیادہ 27 سال مقرر کی گئی ہے، اس کے لئے آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 28 نومبر 2024 ہے، مزید معلومات کے لئے آپ مذکورہ سرکاری ویب سائٹ joinindianarmy.nic.in پر جائیں۔

Scanned with CamScanner

## ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

# ملک وملت کی تعمیر وترقی میں مدارس کا ناقابل فراموش کردار: حضرت امیر شریعت

## جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کا سالانہ اجلاس کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر، اجلاس میں ملک بھر سے لاکھوں عقیدت مندوں کی شرکت

مدارس اُس تعلیمی مشن کا نام ہے جہاں ملک کے ساڑھے چار فیصد لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھایا جاتا ہے۔اور ملک کی تعمیر وترقی میں مدارس نے جو رول ادا کیا ہے اسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی، اللہ کا فضل ہے کہ جامعہ رحمانی بھی ان تعلیمی اداروں میں ہے جس کا مشن ہی تعلیم کا فروغ، اصلاح نفس اور ملک وملت کی تعمیر وترقی ہے اور الحمدللہ یہ ادارہ اپنے مشن میں کل بھی کامیاب تھا اور آج بھی کامیاب ہے اور آئندہ بھی رہے گا ان شاءاللہ۔ان خیالات کا اظہار امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر نے سالانہ اجلاس دستار بندی کے موقعہ پر تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کیا، حالات حاضرہ کے تناظر میں گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے وقف ترمیمی بل 2024 پر مدلل روشنی ڈالی اور واضح طور پر فرمایا کہ یہ بل جمہوری تقاضوں کے خلاف اور ظلم پر مبنی ہے اسے کسی بھی صورت میں مسلمان قبول نہیں کرسکتے، اس سلسلہ میں مسلم پرسنل بورڈ، امارت شرعیہ اور خانقاہ رحمانی سمیت متعدد ملی تنظیموں اور خانقاہوں کی طرف سے مسلسل تحریک جاری ہے، اور اس بل کے خلاف اس وقت تک تحریک جاری رہے گی جب تک کہ یہ بل مسترد نہ ہوجائے، اپنے خطاب کے آخری مرحلے میں حضرت امیر شریعت نے علماء وحفاظ اور ان صحافیوں کو نصیحت کی جن کے سروں پر دستار باندھی گئی اور سند سے نوازا گیا، حضرت امیر شریعت نے ان علماء کرام کو جن کے سروں پر دستار فضیلت باندھی گئی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ فارغین علماء کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ انہوں نے جو علم حاصل کیا ہے وہ حق کو پھیلانے اور عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کا ہے لہذا اسی کو اپنی زندگی کا مشن بھی بنانا چاہیے، وہ حفاظ جن کے سروں پر دستار باندھی گئی انہیں نصیحت کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ یہ انتہا نہیں ہے۔یہ تو ایک ابتدا ہے، آگے منزلیں اور ہیں جنہیں آپ حضرات کو طے کرنا ہے اور اپنے اندر کمال پیدا کرنا ہے۔حضرت نے جامعہ رحمانی کے شعبہ صحافت سے عالمیت کے ساتھ ابلاغ عامہ وصحافت کا ایک سالہ ڈپلومہ کورس مکمل کرکے سند حاصل کرنے والے طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک سال کا کورس مکمل کرلینا کافی نہیں ہے، اس لائن میں سیکھنے اور برتنے کو بہت سی چیزیں ہیں طلبہ کو چاہیے کہ وہ اپنی صحافتی استعداد کو پختہ کریں اور اپنی سیکھی ہوئی چیزوں کو برتتے رہیں، حضرت امیر شریعت سے قبل مولانا عمرین محفوظ رحمانی صاحب سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ جو اس ملک کا سب سے مضبوط متحدہ پلیٹ فارم ہے جس نے ہر نازک موڑ پر اسلامیان ہند کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔اس بورڈ کے قیام سے لے کر اس کی تعمیر وترقی اور اس کے استحکام میں خانقاہ رحمانی کے بزرگوں کا کلیدی کردار رہا ہے، نائب امیر شریعت جناب مولانا محمد شمشاد رحمانی صاحب نے اپنے خطاب میں خانقاہ رحمانی کے ہمہ جہت خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں کے سجادگان کی دو خصوصیتیں بہت نمایاں طور پر نظر آتی ہیں جو آپس میں تقریباً متضاد سمجھی جاتی ہیں وہ یہ کہ یہاں کے بزرگوں نے جس طرح خلوت گاہوں کو آباد رکھا اور اوراد و وظائف کا اہتمام رکھا اسی طرح جب میدان میں آنے کی ضرورت پڑی تو پیچھے نہیں رہے۔تاریخ کے اوراق اس کے گواہ ہیں، جامعہ رحمانی کے استاذ جنا مولانا سیف الرحمٰن صاحب ندوی نے اپنے خطاب میں جامعہ رحمانی کی عظیم خدمات کی مختصر مگر جامع جھلکیاں پیش کیں۔انہوں نے کہا کہ جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کی عظیم تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ادارہ علم وعمل اور دین ودنیا کے امتزاج کا ایک مثالی نمونہ ہے۔یہاں کی ہر صبح تابندہ اور ہر شب زندہ آباد ہے۔انہوں نے یہاں کے تمام شعبہ جات کا مختصر تعارف پیش کیا اور اس کی کارکردگی سے عوام کو باخبر کیا، جامعہ رحمانی کے ناظم جناب الحاج مولانا حاجی محمد عارف صاحب رحمانی نے ادارہ کا سالانہ بجٹ پیش کیا اور جامعہ رحمانی کے بہی خواہوں کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ یہ ادارہ محض اللہ کے فضل اور آپ حضرات کی توجہات کے نتیجہ میں کامیابی کے ساتھ اپنی منزلیں طے کررہا ہے، جامعہ رحمانی کے ناظم تعلیمات جناب مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری نے خانقاہ رحمانی اور اس کے سجادگان کی تعلیمی، تحریکی، اصلاحی تمام کوششوں کا مختصر خاکہ پیش کیا اور فرمایا کہ خانقاہ رحمانی ملک کی وہ زندہ خانقاہ ہے جس کی نظیر کم ملتی ہے اور یہاں طریقت کے ساتھ ساتھ سنت وشریعت بھی ساتھ ساتھ چلتی ہے، جناب مولانا ریاض احمد صاحب قاسمی استاذ حدیث جامعہ رحمانی مونگیر نے تحفظ اوقاف اور حضرت امیر شریعت کی خدمات پر خصوصی روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ امارت شرعیہ کی عظیم خدمات اور خانقاہ رحمانی کا امارت کو تعاون اپنی تابندہ تاریخ کے ساتھ آج بھی زندہ ہے۔اس موقعہ پر حضرت امیر شریعت نے پورے ملک میں لوگوں کو جس طرح بیدار کرنے کا منظّم نظام تیار کیا ہے وہ قابل تحسین ہے، علماء کرام کے خطابات کے علاوہ اس موقع پر جامعہ رحمانی کے ایک اہم شعبہ عربک میڈیم دار الحکمت کے الصّف السادس کے طالب علم عبید الرحمٰن نے عربی زبان میں تقریر کرکے سامعین و حاضرین کو محظوظ کیا۔اسی شعبہ اور اسی درجہ کے طالب علم محمد منہاج نے انگریزی زبان میں ظلم کی مذمت اور غزہ کی مظلومیت پر شاندار خطاب کیا وہیں سال ہفتم عربی کے طالب علم محمد نوازش نے وقف ترمیمی بل پر انگریزی زبان میں شاندار خطاب کیا، اس موقعہ پر خصوصیت کے ساتھ جامعہ رحمانی کے شعبہ صحافت نے جامعہ رحمانی کی عظیم تاریخ اور موجودہ جامعہ رحمانی کو خوبصورت ویڈیو میں پیش کیا، جسے اجتماع میں پروجیکٹر پر دکھایا گیا۔جس سے سامعین وحاضرین کے چہروں پر فرحت ومسرت نمایاں طور پر محسوس کی گئی۔ساتھ ہی جامعہ رحمانی کے زیر اہتمام چلنے والے یوٹیوب چینل فکر ونظر آفیشل کا نام بدل کر فکر ونظر ٹی وی کرنے کا اعلان کیا گیا اور نئے لوگو کا اجرا بھی عمل میں آیا۔اس کے علاوہ فکر ونظر ٹی وی کے ویب پورٹل کی بھی رونمائی کی گئی، ویڈیو دکھانے سے قبل جامعہ رحمانی کے شعبہ صحافت کے ایچ او ڈی نوجوان صحافی جناب فضل رحمٰن رحمانی صاحب نے شعبہ کی کارکردگی بیان کی اور کہا کہ مدارس کے نظام میں پہلی دفعہ طلبہ مدارس نے مین اسٹریم میڈیا کی طرح صحافتی خدمات کا آغاز کیا ہے جس سے ملک کے ہر مسلمان کو جڑنا چاہیے اور طلبہ مدارس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے، اس موقع پر جامعہ رحمانی سے فارغ ہونے والے 36 علماء اور 65 حفاظ کے سروں پر دستار باندھی گئی اور شعبہ صحافت کے 14 طلبہ کو سند سے نوازا گیا، پروگرام کا آغاز جامعہ رحمانی کے استاذ جناب مولانا قاری وسیم اختر صاحب قاسمی کی تلاوت کلام اللہ سے ہوا۔ان کے بعد مشہور نعت خواں جناب مولانا منظر قاسمی رحمانی نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نعتیہ اشعار پیش کئے، جامعہ رحمانی کے مختلف درجات کے طلبا نے جامعہ رحمانی کا ترانہ بہترین انداز میں پیش کیا، جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں ہر سال سالانہ اجلاس دستار بندی اور دعا کی تقریب کا اہتمام ہوتا ہے جس میں ملک بھر سے لاکھوں فرزندان توحید شریک ہوتے ہیں، جامعہ رحمانی کے سالانہ اجلاس کی نظامت جامعہ کے اساتذہ جناب مولانا محمد نعیم صاحب رحمانی، جناب مولانا رضاء الرحمٰن صاحب رحمانی، جناب مولانا خالد صاحب رحمانی اور جناب مولانا سیف الرحمٰن صاحب ندوی نے بحسن وخوبی انجام دیا، جب کہ اجلاس سے دو روز قبل سے ہی خانقاہ رحمانی کی روایت کے مطابق تلاوت قرآن اور کلمہ و استغفار کے ورد کی مجلسوں کا اہتمام شروع ہوگیا۔اس پروگرام کا انتظام و انصرام جامعہ رحمانی کے استاذ حدیث جناب مولانا مفتی ریاض احمد صاحب قاسمی اور جناب مولانا عبدالاحد صاحب رحمانی ازہری نے انجام دیا وہیں قرآن کی تلاوت اور کلمہ کے ورد کی مختلف مجلسوں میں جناب مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری، جناب مولانا مفتی اظہر صاحب مظاہری، جناب مولانا مفتی ریاض احمد صاحب قاسمی اور جناب مولانا عبدالاحد صاحب رحمانی ازہری نے اپنے پر مغز خطاب سے سامعین کو مستفیض کیا، اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیری، حضرت مولانا لطف اللہ صاحب رحمانی، امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی اور امیر شریعت سابع حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی رحمہم اللہ کے بلندئ درجات، مسلمانوں کے تحفظ اور ملک کے امن وتحفظ کیلئے خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشیں امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے خصوصیت کے ساتھ دعا کی جس میں خانقاہ رحمانی کے مریدین، مخلصین اور محبین نے بڑی تعداد میں شرکت کیں، واضح رہے کہ اس موقعہ پر ہزاروں ہزار عقیدت مند خانقاہ رحمانی سے روحانی فیض پاکر واپس جاتے ہیں اور جن باتوں کی ہدایت انہیں دی جاتی ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔

# بہار، جھارکھنڈ ومہاراشٹر کے شہریوں کے نام مسلم رہنماؤں کی اپیل

جھارکھنڈ، مہاراشٹر وبہار میں کئی مقامات پر جمہوریت کے جشن یعنی ودھان سبھا انتخابات ہیں۔انتخابات جمہوریت کی سنگ بنیاد ہیں۔عدل، آزادی، برابری اور بھائی چارگی ہمارے دستور کے اقدار ہیں اور انتخابات ان اقدار کیتحفظ کا بہترین ذریعہ ہیں۔ان انتخابات کے نتائج بڑے دوررس ہوتے ہیں اسلئے یہ ضروری ہے کہ جھارکھنڈ ومہاراشٹر کے تمام شہری اور خاص کر اقلیت برادری کے تمام مرد اور عورت اس جشن میں پرزور طریقے سے حصہ لیں اور اسے اپنی آواز دیں، ووٹ کیوں؟ **با اختیار بنانا**: آپ کا ووٹ آپ کی آواز ہے، آپکا ووٹ ریاست کو صحیح سمت دے سکتا ہے، **نمائندگی**: آپ کا ووٹ آپ کے معاشرے کے مفادات اور خدشات کو حکومت کے ذریعہ آپ کیلیے بنائی جارہی تمام پالیسیوں میں جگہ دلواتا ہے، **سیکولرزم**: آپ کا ووٹ امن وامان کو قائم رکھنے کا سب سے بہترین ذریعہ ہے، کیا کرنا ہے؟ **بیداری**: تمام لوگوں کو ووٹ کی اہمیت بتائیں، **تیار رہیں**: ووٹ دینے کے لیے آپ کا نام ووٹر لسٹ میں رجسٹرڈ ہونا ضروری ہے۔شناخت کے لیے ووٹر آئی ڈی یا فہرست میں دی گئی 12 قسم کی آئی ڈی میں کوئی ایک آئی ڈی کارڈ لیجا سکتے ہیں، مثلاً آدھار کارڈ، ڈرائیونگ لائسنس، فوٹو کے ساتھ بینک پاس بک وغیرہ، **وقت کی پابندی کریں**: آخری لمحات کے بھیڑ سے بچنے کے لیے پولنگ بوتھ پر وقت پر پہنچیں، **ووٹ ڈالنے کی مہم چلائیں**: ووٹ خود بھی دیں اور دوسروں سے بھی دلوائیں۔اپنے محلے کے لوگوں کیلئے بوتھ تک پہنچنے کا نظم کریں، **نوٹ**: عدل، آزادی، برابری اور بھائی چارگی کیلئے متحد رہیں اور ووٹ کو تقسیم نہ ہونے دیں جمہوریت میں یہی سب سے بڑی قوت ہے، آپ کا ووٹ صرف اس الیکشن میں نہیں بلکے اگلے الیکشن کی پلاننگ میں بھی بہت اہم رول ادا کرتا ہے۔اس لئے صدفی صد ووٹنگ کو یقینی بنائیں، ہر ایک عمر رسیدہ اور خاتون کو ووٹ کی اہمیت بتائیں اور ان سے ووٹ ڈلوائیں۔گارجین حضرات اس کام میں ان کیلئے سہولت پیدا کریں، رائے عامہ ہموار کرنے اور ووٹنگ صد فیصد یقینی بنانے کیلئے ائمہ، علماء، سماجی کارکن اور دانشمند حضرات آگے آئیں اور اپنا قومی وملی فرض پورا کریں، ہر ووٹ کی اہمیت ہے اور ہر آواز ایک مضبوط، زیادہ ہم اہنگ اور ملنسار معاشرے کی تعمیر میں اہمیت رکھتی ہے، آیئے ہم اکٹھے ہوں، اپنے جمہوری حق کا استعمال کریں اور اپنے ملک کی ترقی اور خوشحالی میں اپنا حصہ ڈالیں۔

### اپیل کنندگان:

(۱) امارت شرعیہ (۲) ادارہ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ بہار (۳) جمعیۃ علماءِ ہند (الف) (م)
(۴) جماعت اسلامی (۵) جمعیت اہل حدیث (٦) مجلس علماء وخطباء امامیہ (اہل تشیع)
(۷) آل انڈیا مومن کانفرنس

Scanned with CamScanner

# اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے اہم فیصلے

## جامعہ اسلامیہ قاسمیہ بالا ساتھ سیتامڑھی میں ۹ تا ۱۱ نومبر ۲۰۲۴ء کو اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا ۳۳واں سیمینار اختتام پذیر

**علاج و معالجہ میں کمیشن اور مقررہ تاریخ ختم ہونے کے بعد دواؤں کی فروختگی:** (۱) ڈاکٹر دوا کی تجویز اور لیباریٹری کے انتخاب میں مریض کی مصلحت کو پیش نظر رکھے، صرف اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کسی مخصوص کمپنی یا میڈیکل اسٹور سے دوا لینے یا معین لیباریٹری یا جانچ سنٹر سے ٹسٹ کرانے کا پابند بنانا جائز نہیں ہے (۲) دوا یا ٹسٹ پر مطالبہ یا شرط کے ساتھ ڈاکٹر کا کمیشن لینا جائز نہیں ہے، اور شرط یا مطالبہ کے بغیر بھی لے تب بھی جائز نہیں ہے، اگر لے لیا ہے تو صدقہ کر دے (۳) کسی معتبر ادارے کے ٹسٹ وغیرہ کی رپورٹ محض اس وجہ سے مسترد کر دینا کہ وہ ادارہ اس ڈاکٹر کا متعین کردہ نہیں ہے، ظلم اور ناجائز ہے، ڈاکٹر کے لئے ایسا کرنا غیر انسانی وغیر اخلاقی عمل ہے، اسی طرح مریض سے بلاضرورت ٹیسٹ کرانا، یا اس کے لئے بلاضرورت دوائیں لکھنا بھی ظلم اور ناجائز ہے (۴) اس وقت میڈیکل ٹورزم ایک طبی ضرورت بن چکا ہے، اور صحیح علاج اور مناسب اسپتال تک رسائی کے لئے بسا اوقات میڈیٹر اور مترجم کی ضرورت پڑتی ہے، لہٰذا میڈیٹر کے لئے مریض کے فائدے کو پیش نظر رکھ کر ماہر ڈاکٹر اور معتبر ہاسپٹل کی رہنمائی اور محنت کرنے پر معروف ومروج محنتانہ لینا جائز ہے؛ لیکن کسی بھی صورت میں مریض کا استحصال اور اس کے ساتھ دھوکہ حرام ہے (۵) دواؤں کے استعمال کے لئے مقررہ تاریخ (Expiry Date) کے بعد اسی دوا کو فروخت کرنا شرعاً ناجائز ہے (۶) مقررہ تاریخ کے بعد اگرچہ مضرت کے اعتبار سے دوا اور غذا میں فرق ہے، تب بھی دونوں سے احتیاط کرنا چاہئے، اور اشیاء خورد ونوش کے تعلق سے ہر ملک کے قانون کی رعایت کرنی چاہئے (۷) ایکسپائر دوا یا غذا سے کوئی نقصان ہو تو فروخت کنندہ اس کا ضامن ہوگا۔

**ضروری ہدایات:** (الف) ملک بھر سے آنے والے علماء وارباب افتاء کا یہ وقیع اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ علاج انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور خدمت ہے، اس کو تجارت بنانے سے روکا جائے، علاج کو سستا کرنے کی کوشش کی جائے، اس جہت سے عوام پر جو ظلم ہو رہا ہے اس کا سد باب کیا جائے، اس سلسلہ میں جو ملکی قوانین موجود ہیں، ان کو سختی سے نافذ کیا جائے اور حسب ضرورت عوام کے مفاد میں نئے قوانین لائے جائیں (ب) یہ اجلاس ڈاکٹروں سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ اللہ نے آپ کو ایک معزز پیشہ سے متعلق کیا ہے جو انسانی خدمت کے لحاظ سے بہت اہم ہے، اس لئے آپ مریضوں کے ساتھ ہمدردانہ اور خیر خواہانہ رویہ اختیار کریں، انہیں بے جا طریقے پر زیر بار نہ کیا جائے اور اس بات کا خیال رکھیں کہ شرعی حدود کے دائرہ میں رہتے ہوئے جو کمائی ہو، چاہے وہ کم ہو؛ لیکن اس میں اللہ کی طرف سے برکت ہوتی ہے اور اس میں آخرت کی بھی بھلائی ہے (ج) ہاسپٹل علاج کا مرکز ہے، جو مریضوں کے لئے ایک جگہ ساری طبی ضرورتیں فراہم کرنے کی ذمہ داری ادا کرتا ہے، یہ ایک جائز ذریعہ معاش ہے اور شریعت میں ایسے کاموں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، اس لئے اسپتال مالکان کو چاہئے کہ اپنے پیشے کے انسانی پہلوؤں کو سامنے رکھیں، مریضوں کا استحصال جیسے غیر ضروری جانچ متعین میڈیکل اسٹور سے دواؤں کی فراہمی، بیڈ کے حصول کے لئے زائد رقم وغیرہ کے مطالبہ سے بچیں اور ایسی باتوں سے بچیں جو شرعاً جائز نہیں ہیں اور ظلم کے دائرہ میں آتی ہیں (د) اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہ سمینار امت مسلمہ سے اپیل کرتا ہے کہ بڑی تعداد میں ایسے اسپتال قائم کرنے کی کوشش کریں جن میں اسلامی اصول کی رعایت کرتے ہوئے مریضوں کا علاج کیا جائے، انہیں انسانیت کی بنیاد پر علاج ومعالجہ سے متعلق ہر ممکن سہولت فراہم کی جائے اور اسے خدمت کے جذبہ سے کریں، خالص تجارت نہ بنائیں۔

**کمیٹی کے شرکاء:** (۱) مفتی رحمت اللہ ندوی (کنوینر) (۲) مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی (۳) مفتی محمد اشرف قاسمی (۴) مفتی راشد حسین ندوی (۵) مفتی محمد الیاس قاسمی (۶) مولانا محمد حذیفہ داخودی (۷) مفتی محمد مصطفیٰ عبد القدوس ندوی (۸) مفتی عبدالرشید قاسمی (۹) مفتی عبدالقیوم قاسمی پالنپوری (۱۰) مفتی نذیر احمد کشمیری (۱۱) مفتی امتیاز احمد قاسمی (۱۲) ڈاکٹر محمد جاوید (ممبئی) (۱۳) مفتی عمر عابدین قاسمی مدنی

**تعلیمی و دعوتی کاموں کے لئے انٹرنیٹ سے استفادہ:** مورخہ ۱۱؍نومبر ۲۰۲۴ء کو تجویز کمیٹی نے تعلیمی ودعوتی کاموں کے لئے انٹرنیٹ سے استفادہ کے موضوع پر غور کرتے ہوئے درج ذیل تجاویز پر اتفاق کیا:

(۱) جائز وصالح مقاصد کے لئے ڈیجیٹل تصاویر کے استعمال کی گنجائش ہے (۲) تعلیم جیسی بنیادی ضرورت کے لئے اداروں میں بچوں کو اسکرین پر ریکارڈ شدہ مواد ویڈیو کی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے؛ بشرطیکہ ویڈیو مخرب اخلاق نہ ہو (۳) دینی، دعوتی اور تعلیمی مقاصد کے لئے انٹرنیٹ سے استفادہ کی اجازت ہے، نیز امت مسلمہ کو باطل افکار و نظریات سے بچانے کی خاطر انٹرنیٹ پر ویڈیو کی شکل میں مستند ومفید معلومات نشر کرنا وقت کی ضرورت ہے، اور شرعاً جائز ہے (۴) انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی مفید وصالح پروگرام کو افادہ عام کی خاطر ویڈیو کی شکل میں محفوظ کرنا جائز ہوگا (۵) انتظامی، تجارتی اور دینی مفید میٹنگیں زوم اور گوگل میٹ وغیرہ پر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز اس کی پوری کارروائی کو محفوظ و رکارڈ کرنا جائز ہوگا (۶) انٹرنیٹ سے استفادہ کے دوران دینی اور تہذیبی اعتبار سے جو اشتہارات غیر شرعی اور غیر اخلاقی ہیں ان کو روکنے کی جو بھی تدبیر ہو سکتی ہے، اختیار کی جائے؛ خواہ اس کے لئے کوئی فیس ہی کیوں نہ ادا کرنی پڑے (۷) کسی جائز پروگرام میں دور تک موجود سامعین کی یکسوئی کے ساتھ استفادہ کی خاطر ٹی وی اسکرین لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، خواہ سامعین مرد ہوں یا عورتیں (۸) تصویر والی شئی کے استعمال میں تصویر مقصود نہ ہو؛ بلکہ خود وہ شئی مقصود ہو، نیز تصویر والی اشیاء تصویر کے لئے نہیں بلکہ ضرورت کی چیز ہونے کی وجہ سے خریدی جائیں تو اس کی اجازت ہوگی۔ اشتہارات، بینر، ہورڈنگ وغیرہ پر تشہیر کے لئے جاندار کی تصاویر کی اشاعت جائز نہیں ہے، یہ حکم عمومی ہے، خاص کر دینی اداروں اور تنظیموں کو اس سے مکمل اجتناب کرنا ضروری ہے۔

**شرکاء کمیٹی:** (۱) مفتی محمد شاہ جہاں ندوی (کنوینر) (۲) مفتی محمد ابرار خان ندوی (۳) مولانا عزیر اختر قاسمی (۴) قاضی محمد حسن ندوی (۵) مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی (۶) مولانا عظمت اللہ قاسمی کشمیری (۷) مفتی مطیع الرحمٰن قاسمی (۸) مفتی نثار احمد گودہروی (۹) مفتی جنید احمد قاسمی ساگر (۱۰) مولانا صفدر زبیر ندوی۔

**موجودہ دور میں فسق سے مراد اور اس پر مرتب ہونے والے احکام:** فسق ایک خالص شرعی اصطلاح ہے اور متعین طور پر کسی کو اس کا مصداق قرار دینے میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے، اس کے ثبوت کے لئے شرعی دلائل کی ضرورت ہوگی محض ظن وگمان کی بنیاد پر کسی کو فاسق قرار دینا درست نہیں ہے۔

(۱) فسق کا اطلاق گناہ کبیرہ کے ارتکاب یا گناہ صغیرہ کے اصرار پر ہوتا ہے (۲) فاسق کی گواہی پر اگر قاضی کو اطمینان ہو تو رؤیت ہلال یا دیگر معاملات میں اس کی گواہی پر فیصلے کر سکتا ہے (۳) مذہبی اداروں اور تنظیموں کا ذمہ داران ہی لوگوں کو بنانا چاہئے جو دیندار اور پابند شرع ہوں؛ البتہ اگر کسی مصلحت کی وجہ سے کسی غیر دیندار (فاسق) شخص کو بنا دیا جائے یا بزور طاقت از خود بن جائے تو جائز باتوں میں اس کی اطاعت کی جائے (۴) اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف کوئی عقیدہ رکھنا فسق فی العقیدہ ہے، اگر ایسے شخص کا عقیدہ کفر تک نہ پہنچا ہو؛ بلکہ فسق تک محدود ہو اور اپنے موافقین کے لئے جھوٹ بولنے کو جائز نہ سمجھتا ہو تو اس کی گواہی قبول کی جا سکتی ہے (۵) فاسق اپنے فسق سے توبہ کرے اور قاضی کو اس پر اطمینان ہو جائے تو اس کی گواہی پر فیصلہ کر سکتا ہے (۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے، اس لئے کم از کم ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے، اس کے باوجود اگر کچھ اہل علم اپنی تاویل و تحقیق کی بنیاد پر داڑھی کی کسی مقدار کو ضروری نہیں سمجھتے تو ان کو فاسق کہنے سے گریز کیا جائے۔

**شرکاء کمیٹی:** (۱) مولانا خورشید انور اعظمی (کنوینر) (۲) مفتی محمد عثمان بستوی (۳) مفتی محمد جنید عالم قاسمی ندوی (۴) مولانا ولی اللہ مجید قاسمی (۵) مولانا اشتیاق احمد اعظمی (۶) مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور (۷) مولانا خورشید احمد اعظمی (۸) مفتی محمد سلطان قاسمی کشمیری (۹) مفتی محمد تنظیم عالم قاسمی (۱۰) مفتی محمد مقصود فرقانی رامپور (۱۱) ڈاکٹر حافظ کلیم اللہ عمری (۱۲) مولانا عبدالخالق ندوی رامپور۔

**مصنوعی ذہانت (AI) سے استفادہ کا مسئلہ:** مصنوعی ذہانت جدید ایجادات میں سے ہے اور ابھی ارتقائی مراحل میں ہے، یہ کمپیوٹر سائنس کی ایک شاخ ہے، جس کے ذریعہ نہایت تیز رفتاری کے ساتھ ایسی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں، جن کے لئے انسان کو کافی سوچنا اور تحقیق کرنا ہوتا ہے، جدید ایجادات کے سلسلہ میں اسلام کا بنیادی تصور یہ ہے کہ جو چیز شریعت کے خلاف نہ ہو اور انسان کے لئے مضرت رساں بھی نہ ہو، اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اور جو چیز شریعت کے خلاف ہو یا انسان کے لئے نقصان دہ ہو اس کا استعمال جائز نہیں، اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل تجاویز منظور کی جاتی ہیں:

مصنوعی ذہانت کا استعمال فی نفسہ مباح ہے، اگر اسے جائز امور میں استعمال کیا جائے تو کوئی حرج نہیں؛ البتہ شرعی اور قانونی حدود وقیود کا خیال رکھنا ضروری ہے، مصنوعی ذہانت سے استفادہ کرنے میں درج ذیل شرطوں کا خیال رکھا جائے: (الف) کسی غلط فحش اور لایعنی چیز کی اشاعت کے لئے اس کا استعمال نہ ہو (ب) تلبیس وتزویر سے مکمل اجتناب ہو اور انصاف وسماجی وماحولیاتی فوائد اور انسانی بہبود وترقی میں معاون ہو (ج) ملحدانہ مواد داخل (Feed) نہ کیا جائے (د) قتل وقتال اور فساد کا باعث نہ ہو (ہ) دیانت داری، رازداری کے خلاف نہ ہو۔

اے آئی پر موجود معلومات مشترکہ علمی سرمایہ ہے، اس سے استفادہ کرتے ہوئے علمی لیاقت کی ضرورت پڑتی ہے، ایسے میں اے آئی مثلاً Chat GPT سے تیار کردہ تحریر اور کتاب پر بہ حیثیت مرتب اپنا نام درج کرنے کی گنجائش ہے، نیز اگر کوئی اقتباس بعینہ اس سے نقل کیا گیا ہو تو اس کا حوالہ دینا اور ان معلومات کا حوالہ مذکور ہو تو ان کا تذکرہ کر دینا ضروری ہے؛ البتہ اہل علم کو چاہئے کہ خاص طور پر دینی موضوعات پر لکھتے وقت صرف اس پر اعتماد نہ کریں؛ بلکہ اصل مصادر سے رجوع کریں۔

اذان صرف اعلان نہیں؛ بلکہ عبادت بھی ہے اور مشین عبادت کی اہل نہیں؛ اس لئے اذان کے لئے اے آئی کا استعمال جائز نہیں۔ اے آئی کے ذریعہ فون پر ایک شخص کی اپنی آواز میں اس کی نہ کہی ہوئی بات بھی بولی جا سکتی ہے، اور اسی طرح آڈیو اور ویڈیو میں ایڈیٹنگ بھی کی جا سکتی ہے، لہٰذا فون کی آواز اور ویڈیو ریکارڈنگ کو قرینہ نظریہ کے طور پر مانا جائے گا اور اسی کے مطابق احکام مرتب ہوں گے، اگر اساتذہ وعلمی کام کرنے والے اور ملازمت پیشہ افراد اے آئی سے استفادہ کرتے ہوئے اپنا فریضہ انجام دیں تو بھی اجرت کے مستحق ہوں گے؛ البتہ اگر اے آئی سے استفادہ نہ کرنے کی شرط لگا دی گئی ہو تو اس سے اجتناب لازم ہوگا۔

**شرکاء کمیٹی:** (۱) مولانا صابر حسین ندوی (کنوینر) (۲) مفتی جمیل احمد نذیری (۳) مفتی شاہد علی قاسمی (۴) مفتی اسعد بن عبدالرزاق پالنپوری (۵) مفتی احمد نادر قاسمی (۶) مفتی محمد جمیل اختر جلیلی ندوی (۷) مولانا جمشید جوہر قاسمی (۸) مفتی عبدالاحد قاسمی (۹) مولانا ابرارالحق قاسمی (۱۰) قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی (۱۱) مفتی عبدالباسط قاسمی

**خواتین کی ڈرائیونگ سے متعلق بعض مسائل:** اسلام نے خواتین کو عزت واحترام کا مقام عطا کیا ہے اور تقسیم کار کے اصول کے مطابق بنیادی طور پر گھریلو امور کی ذمہ داری خواتین پر اور بیرون خانہ کسب معاش وغیرہ کی ذمہ داری مردوں پر عائد کی ہے، اسی لئے شریعت کی نگاہ میں بلاضرورت خواتین کے لیے گھر سے باہر نکلنا پسندیدہ عمل نہیں ہے اور انہیں کسب معاش کے لئے مجبور کرنا بھی جائز نہیں ہے؛ لیکن خواتین کو بھی بعض مواقع پر مختلف ضروریات کے تحت گھر سے نکلنا اور سفر کرنا پڑتا ہے، ان پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

(۱) حسب ضرورت خواتین کے لیے گھر سے نکلنا اور سفر کرنا درست ہے (۲) خواتین کے لیے جس طرح گھر سے باہر شرعی پردہ میں پیدل چلنا درست ہے اسی طرح شرعی حدود میں بوقت ضرورت اپنی گاڑی، اسکوٹی وکار چلانا بھی درست ہے (۳) اگر مسافت شرعی کی مقدار کا سفر ہو اور اسکوٹی اور کار میں عورت کا شوہر یا محرم بھی ساتھ ہو تو بوقت ضرورت خواتین کے لیے ڈرائیونگ کی گنجائش ہے (۴) اندیشۂ فتنہ بے پردگی اور شرم وحیا کے خلاف ہونے کی وجہ سے اور سد ذرائع کو ملحوظ رکھتے ہوئے خواتین کے لیے پبلک ٹرانسپورٹ مثلاً بس، لاری، ٹرین، جہاز وغیرہ کی ڈرائیونگ ممنوع ہے، اسی طرح خواتین کے لیے ٹی ٹی اور کنڈکٹر کی ملازمت بھی ممنوع ہے (۵) اگر شرعی حدود وقیود کی رعایت ممکن ہو تو خواتین کے لیے ریلوے اور ہوائی جہاز کا ٹکٹ بنانے کی ملازمت کی گنجائش ہے ورنہ نہیں۔

**شرکاء کمیٹی:** (۱) مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی (کنوینر) (۲) مفتی فرید احمد کاوی (۳) ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی (۴) مولانا محمد سلیم الدین قاسمی (۵) مولانا محمد شاکر نثار قاسمی مدنی (۶) مولانا محمد صبیح اختر قاسمی (۷) مفتی محمد زبیر ندوی (۸) مولانا محمد عمار مزمل قاسمی (۹) مفتی خالد حسین نیموی قاسمی (۱۰) مفتی امانت علی قاسمی (۱۱) مفتی سعید الرحمٰن قاسمی ممبئی (۱۲) مفتی محمد سعید اسعد قاسمی آسنسول

Scanned with CamScanner

# زندہ اور متحرک قومیں

مولانا فتح محمد ندوی

قوموں کے مزاج میں ارتقا اور تنزل کے مرحلوں سے گزرتے ہوئے ایک نفسیاتی اور ذہنی کیفیت کے سبب ایک سوچ جنم لے لیتی ہے۔ اور یہ سوچ قوموں کی نفسیات پر اس قدر حاوی ہو جاتی ہے کہ قومیں اپنے مستقبل کا رخ سوچ کی سمت میں طے کرتی ہیں۔ اور پھر حالات یہاں تک پہنچ جاتے ہیں کہ قوموں کے فکر و خیال اور مزاج میں ہمیشہ کے لئے حاکم اور محکوم فاتح اور مفتوح کا ایک بنیادی فرق حائل ہو جاتا ہے۔ فاتح قومیں ہمیشہ بیدار مغز، روشن دماغ، شاہانہ انداز زندگی، عزم و ثبات سے لبریز، ہمت و حوصلے کی پابند اور اس کے ساتھ ساتھ جہاں بنی، نور بصیرت جیسے اوصاف سے اپنے دامن کو بھر لیتی ہیں۔ عظیم مؤرخ ابن خلدون نے ان اوصاف کی نشاندہی کی ہے جو فاتح قوموں کا حصہ ہوتی ہیں۔ اگر چہ ابن خلدون نے ان اوصاف کو قوموں کے اخلاق سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن پھر بھی زندہ قومیں ان خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں۔ ''عمدہ اور اچھی عادتیں، مظلوم اور بے کسوں کا خیال رکھنا، مکروہات اور مصائب پر صبر، محنت، مشقت اور جد و جہد سے جی نہ چرانا، حق بات کو بغیر کسی رعونت کے سننا اور اسے ماننا عہد اور وعدوں کو پورا کرنا، کمزوروں کے ساتھ انصاف اور شفقت کا برتاؤ کرنا اور فیاضی سے کام لینا، مسکینوں سے تواضع سے ملنا، دادخواہوں کی فریاد رسی کرنا، عزت کی حفاظت کے لئے جان کی پروانہ کرنا، لوگوں سے کرم و عفو کے ساتھ پیش آنا، مکر و دغا اور وعدہ خلافی سے پرہیز کرنا''۔ واقعہ یہ ہے زندہ اور متحرک قومیں حالات اور زمانے کی تیز رفتاری پر ہمیشہ اپنی نظر رکھتی ہیں۔ بدلتے ہوئے حالات کو بھانپنا پھر ان کے مطابق اپنے آپ کو تیار کرنا زندہ قوموں کی ان مثالوں میں شامل ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ قومیں اپنے وجود کی بقاء اور استحکام اس وقت تک کر سکتی ہیں جب تک وہ بیدار اور فعال رہتی ہیں۔ ان کی فکری قوت ان کے ارادوں کی پابند، ان کی سیاسی طاقت ان کے مضبوط فیصلوں کے تابع۔ ان کے آلات حرب کبھی زنگ آلود نہیں ہوتے۔ وہ کبھی ساحل کی تماشائی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دریا میں کود جانے کو ترجیح دیتی ہیں۔

جب کوئی قوم کسی ملک میں فاتحانہ داخل ہوتی ہے، تو اس کا مزاج اور طبیعتیں خود اعتمادی اور عالی ہمتی کے ساتھ ساتھ طاقت اور جوش و جنون سے بھری رہتی ہیں۔ دراصل فاتح قوموں کے سامنے یہی وہ جذبہ ہوتا ہے جو انہیں دنیا میں ممتاز رکھتا ہے، جب تک قومیں اس جذبے کو برقرار رکھتی ہیں تو وہ تاریخ میں سرفراز رہتی ہیں، اور دنیا کی قیادت ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ لیکن جب قوموں کی طبیعتیں بوجھل ہو جاتی ہیں اور قویٰ سست ہو جاتے ہیں حرکت کی جگہ جمود آ جاتا ہے، عقلیں سوچنا بند کر دیتی ہیں۔ فکریں پسپا ہو جاتی ہیں۔ دل اندیشہ طوفاں سے کانپنے لگتا ہے۔ تو اس وقت یہ لمحات فاتح قوموں کے لئے جاں بلب ہو جاتے ہیں اور وقت کی رفتار کے ساتھ ذلت و رسوائی قوموں کا مقدر بن جاتی ہے۔ تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ فاتح اور حاکم قومیں آسمان کی بلندی سے زمین میں آ کر ایسی گری کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

''سترہویں صدی عیسوی مسلمانوں کے عروج کی آخری صدی تھی اس صدی میں مسلمان اپنے عروج کی انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ اسلامی دنیا کی سب سے بڑی طاقت اور سب سے بڑی تہذیب تھی مشرق میں انڈونیشیا سے لے کر مغرب میں بحر و قیانوس کے ساحل تک اور شمال میں ہنگری سے لے کر جنوب میں ایک طرف راس کماری اور دوسری طرف غانہ تک مسلمانوں کی حکومتیں قائم تھیں، برصغیر میں تیموریوں کی عظیم الشان سلطنت قائم تھی، ایران میں صفوی کا زور تھا، بغداد سے الجزائر تک اور ہنگری سے عدن تک عثمانی سلطنت کا پرچم لہرا رہا تھا اور مغرب اقصیٰ میں مراکش سے سوڈان تک مراکش کے خاندان فلالی کی حکومت قائم تھی گویا اسلامی دنیا کا بیشتر حصہ چار بڑی حکومتوں میں منقسم تھا'' (ملت اسلامیہ کی تاریخ ج ۲ ص ۳۵۲)، تقریباً ایک ہزار سال سے زائد مدت تک مسلمانوں کو یہ عروج حاصل رہا۔ دنیا کی کسی قوم کو اتنے بڑے خطے پر اتنا عروج اتنے لمبے وقت تک نہیں رہا۔ عثمانی ترکوں کی حکومت ایشیا، افریقہ اور یوروپ تین براعظموں تک پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن یہ سب کچھ اپنے ہی ہاتھوں سے تباہ و برباد ہو گیا'' ۱۶۹۹ء میں کارلو وٹز کی جنگ میں شکست کھانے کے بعد عثمانی ترکوں کا زوال ہوا پاکستان اور ہند میں اورنگ زیب کے انتقال کے بعد ۱۷۰۷ء بتر کوچک میں مسلمانوں کا زوال شروع ہو گیا ۱۷۲۷ء میں سلطان اسمعیل کے انتقال پر مراکش کمزور ہو گیا اور تقریباً اسی زمانے میں ایران کی صفوی سلطنت ختم ہو گئی'' (ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ ج ۲ ص ۵۵۳)

قوموں کے زوال کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں۔ دینی، اخلاقی، سیاسی، فکری، سماجی، اقتصادی، علمی، تحقیقی اور تخلیقی وغیرہ ان میں ہر اسباب اپنی جگہ مسلم ہے۔ زندگی اور انسانیت کی بقاء انہیں تمام اسباب میں مضمر ہے، اگر انسانیت ان تمام یا بعض چیزوں کو دوسرے درجے میں رکھے گی تو مثال اس جسم کے مانند ہو جائیگی جو قلب تو رکھتا ہے لیکن سر دماغ ہاتھ پاؤں آنکھ، کان، گردہ، اور جگر نہیں رکھتا، تو اس موقع پر انصاف کا مکمل تقاضہ یہی ہوگا کہ تنہا دل ان دوسرے اعضاء کے بغیر کام نہیں کر سکتا۔ یہ پورا ایک مجموعی نظام ہے ہر اعضاء ایک دوسرے سے مربوط ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی اپنا محاسبہ کرنا ہے اور ان اسباب کا پتہ لگانا ہے کہ زندگی میں کوئی چیز ایسی تو نہیں جو غفلت کے سبب یا اس کے کمتر ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر رکھی ہو۔ حالانکہ وہ بہت اہم ہو۔ لیکن افسوس! یہ ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے کہ ہم ان باتوں کو سننا یا ماننا بالکل ناپسند کرتے ہیں جو ہماری طبعیت اور مزاج کے خلاف ہو، یہ بھی ہماری مغلوبیت بلکہ زوال کی ایک بڑی نشانی ہے، جس سے ہم صدیوں سے جھوجھ رہے ہیں۔ جبکہ ہمیں اپنی بقاء کے لیے زندگی کے تمام شعبوں میں جہاں جہاں کمزوری ہے اس کی تشخیص کر کے اس بیماری کا علاج کرنا ہے۔ کیونکہ بغیر تشخیص کے بیماری کا علاج ناممکن ہے ویسے بھی یہ ایک حساس مسئلہ ہے کہ یہ پوری اسلامی مملکت ایک ساتھ کیسے ختم ہو گئی۔ جبکہ سب کچھ طاقت ان کے پاس تھی جو سربراہ مملکت تھے۔ اس کے باوجود وہ حالات کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ہمت ہار گئے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہزاروں سال کے عروج کے بعد اسلامی مملکت یا خلافت کا خاتمہ عثمانی ترکوں پر ہوا۔

قوموں کی زندگی میں ''حرکت'' ناگزیر ہے، کیونکہ تحرک کے بغیر قوموں کی بقاء خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ پوری مسلم دنیا کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں میں ذہنی، فکری اور اس کے ساتھ جسمانی تحرک باقی رہا تو وہ دنیا کی قیادت کرتے رہے بلکہ پوری دنیا ان کی مٹھی میں رہی۔ لیکن جب افکار میں انجماد پیدا ہوا، تو پھر فاتح، مفتوح۔ غالب، مغلوب اور حاکم محکوم ہو گئے۔ اور یہ سب اسی عام دستور کے مطابق ہوا جو عموماً ہوتا رہا ہے۔ مثلا کسی ندی یا تالاب کا پانی اسی صورت میں اپنی اصلیت اور شفافیت کو برقرار رکھ سکتا ہے جب تک اس کے پانی میں حرکت رہتی ہے، لیکن اگر پانی ایک جگہ پڑا رہے، بہاؤ کے تمام راستوں کو مسدود کر دیا جائے۔ تو یقینی طور پر وہ پانی کچھ وقت کے بعد خراب ہو جائیگا بلکہ اس کے اندر بدبو ہو جائیگی، یہی صورت حال قوموں کی سوچ و فکر کی ہے۔ اور اسی پر ان کے عروج و زوال کا مدار ہے۔ کسی کو اس سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن یوروپ اور مغرب کی موجودہ ترقی ان کی اس جد و جہد اور حرکت کا نتیجہ ہے۔ زندگی کے وہ تمام شعبے جو کل تک ہمارے پاس تھے۔ آج ہم ان سے یکسر محروم ہیں۔ علم و تحقیق صنعت و حرفت تجارت و معیشت اور ساتھ ساتھ تخلیقی قوت وغیرہ کے ہم مکمل مالک تھے بلکہ ان کے تصرف کا بھی ہمیں بخوبی علم تھا۔ لیکن آج خالی ہاتھ، لاچار و مجبور ساحل کے تماشائی بنے ہوئے اپنے اوپر ماتم کناں ہیں۔ ہمتیں جواب دے گئی، حوصلے پست ہو گئے۔ اب کشتیوں کو کون جلائیگا۔ اور دریا میں کودے گا۔ بس اب یہی کہا جا سکتا ہے کہ اہل مغرب فاتح ہو گئے اور ہم مفتوح۔

نوجوان جو کسی قوم کا عظیم سرمایہ ہوتے ہیں ان میں احساس کمتری اور اپنے مستقبل سے بیزاری بلکہ دوسرے الفاظ میں نفرت سی ہو گئی۔ قوموں کی زندگی میں یہ لمحات بڑے رسوا کن ہوتے ہیں جب کسی قوم کے جوان احساس کمتری میں مبتلاء ہو جائیں، کیونکہ احساس کمتری قوموں کو دیمک کی طرح کھا جاتی ہے اور وقت کی رفتار کے ساتھ وہ قومیں ہمیشہ کے لیے دنیا سے ذلت و رسوائی کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ بڑی مایوس کن بات ہے کہ پورے عالم اسلام میں اس وقت کوئی بھی جوان کھل کر آزادی کے ساتھ نہ اپنی بات کہہ سکتا ہے اور نہ ہی وہ کسی بات پر پرامن احتجاج کر سکتا ہے۔ ہر ایک شخصی آزادی سے یکسر محروم ہے۔ جب نوجوانوں کی صورت حال یہ ہے تو وہ امت کے مستقبل سے فکرمندی اور اس کے بحران سے آگاہی کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ وہ آنے والے کل کے حالات کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ جب ان کی زبانیں بند اور ان کی سوچ و فکر پر بندش لگ گئی، وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار نہیں کر سکتے، تو پھر ان سخت حدوں میں ان کے اندر احساس کمتری کا پیدا ہونا یقینی ہے۔

# آپ کا ہر لمحہ بہت قیمتی ہے

مولانا عبید اللہ خالد

دین کی بنیاد دو قسم کے بڑے احکام پر قائم ہے۔ ایک مسلمان کی زندگی میں یہ دو قسم کے کام ہی ہوتے ہیں جنہیں وہ اختیار کرتا ہے۔ پہلی قسم ان کاموں کی ہے جو کرنے کے ہیں؟ دوسری قسم کے کاموں سے اجتناب برتنا ہے۔ اول قسم کے کام وہ ہیں جنہیں شریعت جائز یا حلال کہتی ہے؟ دوسری قسم کے کاموں کو ناجائز یا حرام کہا جاتا ہے۔ بعض لوگ اس غلط فہمی میں پڑ جاتے ہیں کہ یہ کام نہ کرو، وہ کام نہ کرو......تو بھلا پھر کیا کریں؟ لیکن یہ نادانی در حقیقت شعور کی کمی کی وجہ سے ہے، کیوں کہ شریعت اسلامی میں جن کاموں سے منع کیا گیا ہے، وہ تو چند ہیں، جن کاموں کو کرنے کی اجازت دی گئی ہے، وہ لاتعداد ہیں۔ مزید یہ کہ انسان اپنی زندگی میں صبح سے رات تک جو کچھ کرتا ہے، ان میں سے کسی کام سے اللہ نے نہیں روکا، بس طریقہ کار اور حکمت عملی بدلنے کو کہا گیا ہے۔ گویا یہ کس قدر محبت و رحمت کا معاملہ ہے کہ ہم جو کچھ اپنی زندگی میں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کرتے ہیں، وہی دین بن سکتا ہے اور اللہ کی رحمت و مغفرت کا ذریعہ بھی، شرط اتنی سی ہے کہ وہ اللہ کی منشا کے مطابق ہو۔ اللہ کی منشا......بس سراسر شریعت ہے۔ یہ شریعت ہی ہے جو مذکورہ بالا دو قسم کے کاموں کا علم دیتی ہے؟ کون سے کام کرنے ہیں، کون سے کام نہیں کرنے۔ نیز جو کام کرنے ہیں وہ کیسے کرنے ہیں، اس کا پتا بھی اسلامی شریعت ہی سے چلتا ہے۔ چنانچہ یہ کہہ دینا کہ کان جس طرح سے پکڑو، مقصد کان پکڑنا ہی ہے، سراسر جہالت ہے۔ ایک کام جو آپ کو اللہ کی ناراضگی اور تباہی کی طرف لے جا رہا ہو، محض طریقہ کار کی تبدیلی سے اللہ کی رضا اور دنیا و آخرت کی کامیابی کی طرف لے جا سکتا ہے۔ اسلئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگی کا ہر کام جو بظاہر ضروریات پوری کرنے کے لئے کرتے ہیں، اس طریقہ کار کے مطابق انجام دیں جو شریعت نے ہمیں بتایا ہے۔ شریعت کا علم دین کے علم ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے اپنی زندگی میں علماء کرام کی صحبت اور رہنمائی کو لازمی اختیار کرنا چاہئے۔ آج کا پیغام یہی ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ قیمتی ہے، اس لئے ہر لمحے کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق گزاریئے......اور یہ طریقہ آپ کو مدارس دینیہ سے دینی علوم حاصل کرنے والے مستند علماء کرام ہی فراہم کر سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

# تنقید اور تعریف میں احتیاط برتی جانی چاہیے

ڈاکٹر ریاض احمد

تنقید یعنی نکتہ چینی اور تبصرہ آج کل بہت عام ہے، یہ عموماً 2 طرح سے کی جاتی ہیں (1) تنقید برائے اصلاح اور (2) تنقید برائے تنقید۔ پہلی طرح کے افراد اگرچہ دنیا میں پائے جاتے ہیں مگر دوسری طرح کے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے، گھر، مدرسہ، اسکول، کالج و یونیورسٹی، دفتر، فیکٹری غرضیکہ جہاں کہیں بھی انسانوں کا وجود ہو عام طور پر وہاں تنقیدی مزاج کے افراد دیگر لوگوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ اصلاح کے بہانے لوگوں پر نکتہ چینی کرتے، ان کے دل دُکھاتے، غیبتیں کرتے اور ان کے عیبوں کو اُچھالنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ ایسے افراد کو لوگوں میں اچھائیاں کم خرابیاں زیادہ نظر آتی ہیں، ذاتی اور پیشہ ورانہ ترقی کی دنیا میں، تنقید ایک دو دھاری تلوار کی طرح ہے۔ ایک طرف، یہ ترقی اور بہتری کے لیے ایک طاقتور ذریعہ بن سکتی ہے؛ دوسری طرف، یہ مایوسی اور منفی جذبات پیدا کر سکتی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تنقید محض تنقید کے لیے واقعی فائدہ مند ہے، یا یہ ہماری محنت اور حوصلے کو کمزور کرنے کا باعث بنتی ہے؟ اس مضمون میں تنقید کی باریکیوں، اس کے افراد اور ٹیموں پر اثرات، اور اس پیچیدہ صورتحال کو سمجھنے کے بارے میں بات کی جائے گی۔

**تنقید کو سمجھنا:** تنقید کو عمومی طور پر دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: تعمیری تنقید اور تخریبی تنقید۔ (۱) تعمیری تنقید: یہ ایک قسم کی رائے ہے جو کسی کی بہتری کے لیے دی جاتی ہے۔ یہ مخصوص، قابل عمل ہوتی ہے اور اس کا مقصد فرد کی ترقی میں مدد فراہم کرنا ہوتا ہے۔ تعمیری تنقید میں عام طور پر خوبیوں کو اجاگر کرتے ہوئے کمزوریوں کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ بہتری کے لیے راہنمائی فراہم کی جا سکے۔ (۲) تخریبی تنقید: اس کے برعکس، تخریبی تنقید کا مقصد کسی کو نیچا دکھانا یا اس کی عزت نفس کو مجروح کرنا ہوتا ہے۔ یہ عام طور پر مبہم، سخت اور ذلت آمیز ہوتی ہے، جس سے فرد کی خود اعتمادی کو نقصان پہنچتا ہے۔

**تعمیری تنقید کا کردار:** تعمیری تنقید کسی بھی ماحول، چاہے وہ دفتر ہو، تعلیمی ادارہ ہو، یا ذاتی تعلقات ہوں، کے لیے ضروری ہے۔ اس کے چند اہم فوائد یہ ہیں: (۱) ترقی کو فروغ دینا: تعمیری رائے افراد کو اپنی کارکردگی پر غور کرنے اور بہتری کے مواقع تلاش کرنے کی ترغیب دیتی ہے، جو کہ مہارت میں اضافہ اور ذاتی ترقی کا باعث بنتی ہے۔ (۲) کھلی بات چیت کو فروغ دینا: جب تنقید تعمیری انداز میں کی جاتی ہے تو یہ گفتگو کے دروازے کھولتی ہے، جس سے تعاون اور مددگار ماحول کی تشکیل ہوتی ہے۔ (۳) حوصلہ افزائی کو بڑھانا: تعمیری تنقید کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا افراد کو مشکلات کے سامنے مضبوط بناتا ہے اور ان کو موقع کے طور پر دیکھنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔

**تخریبی تنقید کے خطرات:** جہاں تعمیری تنقید فائدہ مند ہو سکتی ہے، وہیں تخریبی تنقید کے مضر اثرات ہو سکتے ہیں: (۱) حوصلہ شکنی: تخریبی تنقید فرد میں نااہلی اور کم خود اعتمادی کے جذبات پیدا کرتی ہے، خاص طور پر جب تنقید مسلسل اور بغیر کسی تعمیری پہلو کے کی جائے۔ (۲) تخلیقی صلاحیتوں کو دبانا: تخریبی تنقید کا کلچر افراد میں ناکامی کا خوف پیدا کرتا ہے، جس سے وہ نئے خیالات آزمانے سے کتراتے ہیں، اور یہ تخلیقیت اور جدت کو روکتا ہے۔ (۳) اعتماد کو کمزور کرنا: جب تنقید سختی سے یا بغیر کسی مقصد کے کی جاتی ہے، تو اس سے ٹیم میں اعتماد کو ٹھیس پہنچتی ہے، اور افراد ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے سے گھبراتے ہیں۔

کام کی جگہ پر تنقید کا سامنا کیسے کیا جائے، رائے دینے اور وصول کرنے کے لیے صحت مند ماحول کی تشکیل ضروری ہے۔ یہاں چند حکمت عملیاں ہیں: ☆ عمل پر توجہ دیں، شخص پر نہیں: جب رائے دیں، تو مخصوص اعمال یا رویوں پر بات کریں، نہ کہ ذاتی حملے کریں۔ اس سے گفتگو تعمیری رہتی ہے۔ ☆ مخصوص اور قابل عمل بنائیں: مبہم تنقید غیر مفید ہو سکتی ہے۔ اس کے بجائے، مخصوص مثالیں اور قابل عمل تجاویز پیش کریں تاکہ بہتری کے لیے واضح رہنمائی ملے۔ ☆ ترقی پسند سوچ کو فروغ دیں: ایک ایسا کلچر بنائیں جو سیکھنے اور ترقی کو اہمیت دے۔ افراد کو تنقید کی بہتری کے موقع کے طور پر دیکھنے کی ترغیب دیں، نہ کہ ذاتی حملے کے طور پر۔

**خود احتسابی کی اہمیت:** تنقید کا سامنا کرنا مشکل ہو سکتا ہے، لیکن خود احتسابی تنقید سے فائدہ اٹھانے کی کلید ہے۔ تنقید کو مؤثر طریقے سے سنبھالنے کے چند نکات یہ ہیں: (۱) پرسکون رہیں: رائے سننے کے بعد فوری ردعمل دینے کے بجائے ایک لمحہ لیں تاکہ آپ بہتر طور پر جواب دے سکیں۔ (۲) وضاحت طلب کریں: اگر تنقید واضح نہ ہو، تو مخصوص مثالیں یا تجاویز پوچھنے میں ہچکچائیں نہیں۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ بہتری کے لیے تیار ہیں۔ (۳) رائے پر غور کریں: تنقید کی سچائی پر غور کریں۔ کیا اس میں حقیقت ہے؟ آپ اسے ترقی کے لیے کیسے استعمال کر سکتے ہیں؟ (۴) ذاتی نہ لیں: یاد رکھیں کہ تنقید اکثر کام کے بارے میں ہوتی ہے، نہ کہ آپ کی ذات کے بارے میں۔ کوشش کریں کہ اپنی خود کی قدر کو ملنے والی رائے سے الگ کریں۔

**نتیجہ: تنقید کا توازن** تنقید، جب سمجھداری سے کی جائے، تو ترقی اور بہتری کے لیے ایک طاقتور ذریعہ بن سکتی ہے۔ لیکن جب یہ منفی پہلوؤں پر مرکوز ہو جائے، تو اس کے مضر اثرات دیرپا ہو سکتے ہیں۔ کلید تعمیری اور تخریبی تنقید میں فرق کرنے اور ایسے ماحول کی تشکیل میں ہے جو کھلی بات چیت اور ترقی کی حوصلہ افزائی کرے۔ جب ہم اپنی پیشہ ورانہ اور ذاتی زندگیوں میں آگے بڑھتے ہیں، تو ہمیں تنقید دینے اور وصول کرنے کے طریقے پر دھیان دینا چاہیے۔ اس طرح ہم ایک ایسی ثقافت بنا سکتے ہیں جو رائے کو ترقی کا ذریعہ سمجھے، نہ کہ تخریب کا۔

# مثبت سوچ سے خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے

نکہت انجم ناظم الدین

خود اعتمادی ایک ایسی صفت ہے جو نہ صرف زندگی کے مختلف شعبوں میں کامیابی حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے بلکہ ذہنی سکون اور خوشی کا باعث بھی بنتی ہے۔ خواتین میں خود اعتمادی بڑھانے کے لئے کئی طریقے ہیں جنہیں اختیار کر کے وہ اپنے مقصد کو حاصل کر سکتی ہیں، ان میں تعلیم خود اعتمادی بڑھانے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ جب خواتین علم حاصل کرتی ہیں تو ان کی سمجھ بوجھ اور شعور میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے نہ صرف ان کی صلاحیتوں میں نکھار آتا ہے بلکہ وہ اپنے حقوق اور ذمہ داریوں سے بھی آگاہ ہوتی ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی تعلیم اور ہنر میں اضافہ کریں تاکہ ہم خود کو کسی بھی چیلنج کا سامنا کرنے کے قابل بنا سکیں۔ ہم حصول علم کے ذریعے روش سے ہٹ کر کچھ اہم کام کریں تو خود اعتمادی میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے اور دلی سکون بھی حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح خود اعتمادی بڑھانے کے لئے مثبت سوچ اور خود پر یقین بہت ضروری ہے۔ خواتین کو چاہئے کہ وہ اپنی کمزوریوں پر کڑھنے کے بجائے اپنی طاقت اور خوبیوں پر توجہ دیں۔ مثبت سوچ رکھنے سے نہ صرف ہمارا رویہ بہتر ہوتا ہے بلکہ فیصلہ کرنے کی صلاحیت بھی بہتر ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اپنے مقاصد کا تعین کریں اور ان کے حصول کے لئے منصوبہ بندی کریں۔ جب ہمارے پاس واضح مقاصد ہوتے ہیں تو ہماری محنت اور کاوشیں ایک سمت میں مرکوز ہوتی ہیں جو کہ کامیابی کا باعث بنتی ہیں۔ مقصد کے حصول کے بعد ملنے والی کامیابی ہماری خود اعتمادی کو مزید مضبوط کرتی ہے، اسی طرح صحت مند طرز زندگی بھی خود اعتمادی میں اضافہ کرتی ہے۔ متوازن غذا، مناسب نیند اور باقاعدہ ورزش نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی صحت کیلئے بھی اہم ہیں۔ جب خواتین خود کو صحتمند محسوس کرتی ہیں تو ان کا موڈ بہتر ہوتا ہے اور ان کی خود اعتمادی میں بھی اضافہ ہوتا ہے، نیز خود کی دیکھ بھال خواتین کی خود اعتمادی میں بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے۔ اپنے آپ کو وقت دینا، اپنی خوبصورتی کی دیکھ بھال کرنا اور خود کو آرام دینا ضروری ہے۔ جب خواتین خود کی دیکھ بھال کرتی ہیں تو وہ اپنے آپ کو زیادہ خوبصورت اور پرکشش محسوس کرتی ہیں جو ان کی خود اعتمادی کو بڑھاتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں چاہئے کہ وہ ہم اپنی مہارتوں کو بڑھائیں اور نئے ہنر سیکھیں۔ جب ہم مختلف کاموں میں ماہر ہوتے ہیں تو ہمارا خود پر یقین بڑھتا ہے۔ مثلاً، کمپیوٹر اسکلز، زبان سیکھنا، یا کوئی نیا کورس کرنا ہماری قابلیت میں اضافہ کرتا ہے، اس کے ساتھ ہی اپنی سہیلیوں اور افراد خانہ کے ساتھ مضبوط رشتہ قائم کریں۔ جب ہمارے پاس ایک سپورٹ سسٹم ہوتا ہے تو ہماری خود اعتمادی میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوستوں اور فیملی کے ساتھ وقت گزارنا، اپنے مسائل شیئر کرنا اور ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کرنا خود اعتمادی کو بڑھاتا ہے، اسی کے ساتھ زندگی میں ناکامیاں آتی رہتی ہیں، لیکن اہم بات یہ ہے کہ ہم ان سے کیا سیکھتے ہیں۔ خواتین کو چاہئے کہ وہ ناکامیوں کو ایک موقع کے طور پر دیکھیں اور ان سے سبق سیکھیں۔ ناکامیوں کو قبول کر کے آگے بڑھنے کا عزم خود اعتمادی میں اضافہ کرتا ہے۔

**خوداعتمادی بڑھانے والی سرگرمیاں:** خود اعتمادی بڑھانے کیلئے مختلف سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہئے۔ مثلاً دینی و علمی مجلسوں میں شرکت، گھر میں بچوں کے درمیان سیرت رسول اور صحابہ کے واقعات کا مذاکرہ کرنے اور محلّہ کی عورتوں کے لئے تذکیر کی مجلس منعقد کرنا۔ ان سرگرمیوں سے نہ صرف ہماری مہارتوں میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ ہم نئے لوگوں سے مل کر بہتر محسوس کرتے ہیں۔ ہم جس قدر سماجی سرگرمیوں میں شامل ہوتے ہیں اسی قدر خود اعتمادی اور نئی سرگرمیوں کو سیکھنے کی لگن میں اضافہ ہوتا ہے، جب ہم دوسروں کی مدد کرتے ہیں اور ان کی زندگیوں میں بہتری لاتے ہیں تو ہمارا خود پر اعتماد بڑھتا ہے۔ اس سے ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہماری کوششوں کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے جو ہماری خود اعتمادی کو مضبوط کرتا ہے۔ خواتین میں خود اعتمادی بڑھانے کیلئے ان تمام طریقوں کو اپنانا ضروری ہے۔ یہ نہ صرف ہماری شخصیت کو نکھارتے ہیں بلکہ ہمیں زندگی کے مختلف چیلنجز کا سامنا کرنے کے قابل بھی بناتے ہیں۔ خود اعتمادی کا سفر ایک مسلسل عمل ہے جس میں صبر، محنت اور استقامت کی ضرورت ہوتی ہے۔

(بقیه صفحه اول)

خوش رہنا بھی آپ کی ذہنی صلاحیت کو بڑھاتا ہے، یقیناً زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں، پریشانیاں دکھ اور مصیبتیں زندگی کے ساتھ لگی ہوتی ہیں، لیکن جب آپ راضی برضاء الٰہی رہتے ہیں تو خوش رہنا آپ کے لیے مشکل نہیں ہوتا، بےاطمینانی، بےچینی اور پریشانی سے ہم اسی وقت متاثر ہوتے ہیں، جب مرضی الٰہی اور مشیت خداوندی پر آپ کا اعتماد کمزور ہوتا ہے۔

عام طور پر ایک منزل پر پہونچ کر آدمی مطمئن ہو جاتا ہے کہ ہم نے ہدف کو پالیا، یہ اطمینان انسان کو آگے بڑھنے سے روکتا ہے، ایک ہدف کے بعد دوسرا طے کیجئے اور مسلسل آگے بڑھتے رہیے، ہدف تک پہونچنے سے قبل آپ کی زندگی مکمل ہوگئی تو بھی اس کا فائدہ آنے والی نسل کو یقیناً پہونچے گا اور آپ جہاں پر کام چھوڑ کر گیے ہیں، آنے والے کو اس کے آگے کرنا ہوگا، یہ خود اپنے میں بڑی بات ہے۔

دنیا امید پر قائم ہے، اس لیے ہمیشہ پُرامید رہیے، ہماری زندگی برف کی سل کی طرح پگھلتی رہتی ہے، لیکن اللہ رب العزت نے ہمارے ذہن و دماغ کو امید سے بھر دیا ہے، یہ امید ہمیں جینے کا حوصلہ دیتی ہے، امید ختم ہو جائے تو زندگی گزارنا دوبھر ہو جاتا ہے، اس لیے خود کو برتنے میں امید کی بڑی اہمیت ہے۔ پرسکون، کامیاب، پرامید زندگی گذاریے اور اپنی صلاحیتوں کو استعمال کیجئے، منزل، ہدف اور نشانے آپ کے قدم چھوئیں گے، اور آپ کامیابی سے ہم کنار ہوں گے۔

Scanned with CamScanner

# صلح حدیبیہ کے مقاصد

ذیقعدہ ۶ ھ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو صحابۂ کرامؓ کے ساتھ عمرہ (خانہ کعبہ کی زیارت) کا قصد فرمایا جب مکہ مکرمہ صرف دو منزل رہ گیا تو ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ قریش نے عہد کرلیا ہے کہ مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا کہ قریش کو سمجھائیں کہ ہم صرف عمرہ کے لئے آرہے ہیں، لڑنا مقصود نہیں ہے، قریش نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا، جب کئی دن گزر گئے تو یہ مشہور ہوگیا کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کردیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو صحابہ کرام سے فیصلہ کن جنگ کے لئے جہاد پر بیعت لی، یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی، یہ واقعہ بیت رضوان کے نام سے موسوم ہے، قرآن مجید کی اس آیت ''بے شک اللہ مومنین سے راضی ہوگیا جب درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے'' میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ ''لڑائی نے پہلے ہی قریش کا کس بل نکال کر انہیں کمزور کردیا ہے، میں ان سے لڑنا نہیں چاہتا، لیکن اگر اس دین کی حفاظت کے لئے جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے، انہوں نے لڑنے پر مجبور کیا تو میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا، جب تک میری جان باقی ہے، یا اللہ مجھے کوئی اور حکم دے، تاہم میں قریش سے بطور خود جنگ نہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا'' (بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر صحیح نہ تھی)

قریش کی پیدل اور سوار فوج اس وقت مکہ معظمہ سے کافی دور تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ بہت اچھا موقع تھا کہ آپؐ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر کو جنگ کے لئے وجہ جواز بنا کر بزور مکہ مکرمہ میں داخل ہوکر اسے فتح کر لیتے، اس وقت مکہ معظمہ کی فتح میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہ تھی، لیکن زبردست خوں ریزی ہوتی، اور چونکہ آپؐ کا مقصد محض فتوحات حاصل کرنا نہ تھا بلکہ امن وآشتی کا قیام اور فساد وطغیان کی بیخ کنی کرنا تھا، اس لئے آپؐ نے بہر طور مصالحت ہی کو پسند فرمایا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام غزوات میں اس بات کو مدنظر رکھا کہ مفتوح حقیقی اور مستقل امن سے قریب تر ہوں، اور اسلام کے اعلیٰ اصولوں کو اختیار کر کے اپنے کو مفتوح ومغلوب نہ سمجھیں بلکہ اسلامی مساوات کے رشتے میں منسلک ہوکر **کل مومن اخوۃ** کا نمونہ بن جائیں اور دنیا کی معلّمی وقیادت کے منصب جلیلہ پر فائز ہوکر دارین کی کامیابی حاصل کریں، اس لئے اس موقع پر بھی آپؐ نے صلح کو جنگ پر ترجیح دی! ابتداء اگرچہ قریش کو یہی اصرار تھا کہ مسلمان مکہ مکرمہ میں قدم نہیں رکھ سکتے، مگر جب انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری کا حال معلوم ہوا تو ڈھیلے پڑے، اور یکے بعد دیگرے اپنے سفیر بھیجے، بڑے ردّ وقدح کے بعد بالآخر چند شرطوں پر اتفاق ہوا، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلا کر معاہدہ لکھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے عنوان پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا، قریش کے سفیر سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا کہ ''میں اس جملہ کو نہیں جانتا، عرب کے طریقے کے مطابق **باسمک اللّٰھم** لکھو'' آپؐ نے فرمایا۔ ''اچھا یہی لکھ دو'' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ ''یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا'' سہیل نے کہا ''اگر ہم آپ کو پیغمبر تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا ہی کیا، آپؐ صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھوایئے۔'' رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''گو تم جھٹلاتے ہو، لیکن خدا کی قسم میں خدا کا پیغمبر ہوں۔'' یہ فرما کر آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ''اچھا اسی طرح لکھو۔!'' شرائط صلح یہ تھیں۔ **باسمک اللّٰھم** (۱) یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمدؐ بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی ہے (۲) دس سال تک ہم آپس میں کوئی جنگ نہ کریں گے (۳) اس مدت میں فریقین کا ہر شخص مامون ومحفوظ ہوگا اور کوئی کسی کے خلاف تلوار نہیں اٹھائے گا (۴) قریش کا اگر کوئی شخص مدینہ چلا جائے گا تو اسے واپس بھیج دیا جائے گا، لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو واپس نہیں کیا جائے۔! صلح حدیبیہ میں ایفائے عہد کا یہ واقعہ بڑی اہمیت رکھتا ہے، ابھی معاہدہ لکھا ہی جارہا تھا کہ سہیل بن عمرو کے فرزند ابوجندلؓ جن کو اسلام قبول کرنے کے جرم میں باپ نے قید کر رکھا تھا کسی طرح سے موقع پا کر باہر نکل آئے اور پیروں میں بیڑیا پہنے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے، اور عرض کیا کہ ''یارسول اللہ! مجھے قریش کے مظالم سے بچایئے۔'' مسلمانوں نے ان کو اس حال میں دیکھا تو تڑپ گئے، سہیل نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے لئے یہ منظر بڑا جگر پاش اور صبر آزما تھا، ایک طرف ابوجندلؓ کا اسلام اور دوسری طرف معاہدے کا ایفائے عہد ان کو واپس کرنے کے لئے مجبور کرتا تھا، آپؐ نے معاہدے کے احترام میں ابوجندلؓ کو سہیل کے حوالہ کردیا، اور ابوجندلؓ سے فرمایا'' میں معاہدہ کر چکا ہوں، اس کے خلاف نہیں کرسکتا، ابوجندلؓ! صبر واستقامت سے کام لو، اللہ تعالیٰ تمہارا حامی وناصر ہو، وہ عنقریب تمہارے لئے ضرور کوئی راہ نکالے گا اور تم جلد اس مصیبت سے نجات پاؤ گے! چنانچہ کچھ ہی مدت کے بعد ابوجندلؓ کو قریش کے مظالم سے نجات مل گئی۔ (تاریخ طبری ج ۳) ابوجندلؓ کے یہ والد سہیل بن عمروؓ اسلام کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھے، ہجرت سے قبل اسلام کے خلاف سخت اشعال انگیز تقریریں کرتے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہمیشہ زہر اگلتے رہتے تھے، یہ قریش کے بہترین خطیب تھے، فتح مکہ کے بعد جان کے خوف سے گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے، اور اپنے بیٹے ابوجندلؓ کو پیام بھیجا کہ ''میری جان بخشی کراؤ'' ابوجندلؓ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپؐ نے ان کی تمام گزشتہ خطاؤں سے درگذر فرمادیا، عفو وکرم کے اس معجزے کو دیکھ کر سہیلؓ اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے، اور پھر اپنی تمام عمر اسلام کی بہترین خدمات میں گذاری، اُسد الغابہ میں ہے ''سہیل بن عمروؓ سے زیادہ نمازیں پڑھنے والا، روزے رکھنے والا، صدقہ دینے والا اور آخرت کے دوسرے اعمال میں تن دہی کرنے والا کوئی نہ تھا، کثرت عبادت سے سوکھ کر کانٹا ہوگئے تھے، رنگ وروپ بدل گیا تھا، جب قرآن کی تلاوت کرتے تو آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہوجاتا تھا'' (اسد الغابۃ ج ۲) (۵) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدے میں شریک ہوجائیں (۶) اس مرتبہ مسلمان واپس چلے جائیں، اگلے سال آئیں، مگر تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کریں (۷) ہتھیار لگا کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں اور وہ بھی نیام سے باہر نہ ہو اور نیام تھیلے میں ہو۔! (تاریخ طبری ج ۳)

یہ سب شرطیں بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں، خصوصاً دفعہ ۴ و ۷ تو سراسر قریش کے حق میں تھیں اور ان سے مسلمانوں کی کمزوری کا اظہار ہوتا تھا، اس لئے صحابۂ کرامؓ کو یہ مغلوبانہ معاہدہ بہت شاق گذرا، مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے بجائے مصالحت ہی کو پسند فرمایا اور آئندہ واقعات نے بھی ثابت کردیا کہ یہ معاہدہ قریش پر اعلیٰ درجہ کی اخلاقی فتح تھی۔ معاہدہ صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو واپسی کا قصد فرمایا تو اثنائے راہ میں سورہ فتح نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو ''فتح مبین'' سے تعبیر کیا تھا! (صحیح بخاری) تقریباً سب ہی مورخین نے لکھا ہے کہ اس وقت تک مسلمان اور مشرک الگ الگ رہتے تھے، صلح ہوجانے سے آپس میں میل جول بڑھا اور دن رات کے چرچے سے اسلام کے مسائل اور خیالات روز بروز زیادہ پھیلتے گئے، اس کا یہ اثر ہوا کہ دو سال کے اندر اندر جس کثرت سے لوگ اسلام لائے ۱۸/سال کی طویل مدت میں نہیں لائے تھے (ماخوذ: ہدیٰ ڈائجسٹ دسمبر 1968)

---

**بقیہ: یادوں کے چراغ** ............ **بیٹیوں کی پاکیزہ تربیت**: انہوں نے اپنی ساری بچیوں کو گھریلو اور دینیات کی تعلیم دیں، وہ بغیر محرم کے بچیوں کو اسکول بھیجنے کی روادار نہیں تھیں، چھوٹی عمر سے ہی اپنی تمام بیٹیوں کو حیا اور پردے کی تعلیم دیتیں، امور خانہ داری کا سلیقہ سکھاتیں اور انہیں نماز کے وقت اپنے ساتھ جائے نماز پر کھڑا کرتیں، تربیتی نقطہ نظر سے ایک بیٹی کو کس طرح ایک گھرانے اور خاندان کی ذمہ دار اور ملکہ بنایا جاتا ہے راقم السطور نے اپنی نظروں سے دیکھا، تربیت کا ایک طویل سلسلہ ہوتا ہے جو بچے اور بچیوں میں شعور وپختگی آنے تک جاری رہتا ہے، آپ نے بیٹیوں کی شادی کے بعد بھی اس سلسلے کو جاری رکھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے بچیوں کی کبھی طرفداری نہیں کی، اور آج الحمدللہ ساری بیٹیاں خوش وخرم اور معاش و معاد ہر دو صورت میں خوشحال ہیں۔

**"وقرن فی بیوتکن" کی عملی تفسیر**: آپ اتنی حیادار اور باپردہ خاتون تھیں کہ اپنی بستی کے عام گلی کوچوں سے بھی زیادہ واقف نہیں تھیں، مجھے الحمدللہ اس حوالے سے خوب اچھی طرح بچپن کے واقعات یاد ہیں، جب کبھی آپ میکہ جاتیں تو رکشہ گھر بلاتیں اور پہلے اس پر ایک پردہ دائیں سے بائیں آویزاں کروادیتیں اور جب بہیڑا بس سے اترتی تو ٹمٹم پر بھی سامنے پردہ لگوادیتیں، آپ کا لباس نہایت ساتر اور کامل ومکمل ہوتا، اپنا لباس خود سلنے کا مزاج رہا، ان کی ساری بہنوں کے احوال کم وبیش ایسے ہی رہے وہ دنیا کی چکاچوند اور برق رفتاری سے ناواقف رہیں، ان کے سامنے سب سے مشکل کام گھر سے باہر جانا ہوتا تھا وہ اس زمانے میں "وقرن فی بیوتکن" کی عملی تفسیر تھیں۔

**ذوق عبادت اور شوق تلاوت**: فرائض کے علاوہ آپ کے نزدیک نفل نماز اور روزے کی کثرت تھی، اشراق اور صلوۃ التسبیح کا خاص اہتمام تھا، قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام اس قدر تھا کہ ہم لوگوں نے جب سے ہوش سنبھالا پوری زندگی دیکھا کہ نماز فجر کے بعد نماز اشراق تک ترجمے کے ساتھ لازمی طور پر قرآن کریم کی تلاوت کرتیں، سچی بات یہ ہے کہ اتنی پابندی سے تلاوت قرآن کا اہتمام بندے سے بھی نہیں ہو پاتا ہے، انہوں نے قرآن پاک کے ترجمے کو اتنی بار پڑھا تھا کہ جب بھی قرآن سے متعلق کوئی واقعہ بتایا جاتا؛ تو آپ کہہ دیتیں کہ یہ واقعہ فلاں سورت میں اس طرح موجود ہے۔

**دیانت داری اور وعدے کی پاسداری**: جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا گیا کہ نانا جان کی تینوں اولاد نرینہ آغاز شباب ہی میں اللہ کی پیاری ہوگئی، چنانچہ نانا جان کی زمین وجائداد دیگر ورثا کے ساتھ بیٹیوں کے حصے میں بھی آئیں، ختم ہوتے ہوتے تقریبا ایک بیگھہ زمین میری والدہ کے حصے میں بھی باقی تھی، بیسویں صدی کے آخری دہے میں میری ایک ہمشیرہ کی شادی موقع پر میرے ایک خالہ زاد بھائی نے امی جان سے معمولی رقم پر پوری زمین کا زبانی معاملہ کرلیا، رقم شادی پر دینا طے پایا تھا؛ مگر افسوس کہ بارہا تقاضے کے باوجود وہ شادی میں مختصر روپے کے علاوہ کل رقم دینے سے عاجز رہے، حسب معاملہ شرط پوری نہ ہونے پر والدہ نے بیع فسخ کردیا؛ مگر ساتھ یہ بھی کہہ دیا تھا کہ تم باقی پیسے ادا کردو گے تو زمین تم ہی کو دیں گے، بیس برس گزر گئے؛ مگر انہوں نے رقم ادا نہیں کی، تب تک زمین کی قیمت آسمان پر پہنچ گئی، حج کے موقع پر 2015 میں وہ والدہ کے پاس آئے اور سابقہ وعدہ یاد دلاتے ہوئے کہنے لگے کہ میں باقی ماندہ پیسہ دے دیتا ہوں وہ زمین مجھے دے دیجیے، اور امی جان نے بہت تھوڑی قیمت پر وہ پوری زمین انہی کو دیدی؛ جب کہ اس وقت کئی گنا زیادہ قیمت دینے والے خریدار موجود تھے، جن میں ان کی ایک بڑی بیٹی بھی تھیں، مگر آپ نے بیٹی اور دیگر خریداروں سے یہ کہہ دیا کہ میں نے زبان دے دیا تھا جس کا گواہ اللہ ہے۔

**سفر حج**: آمدنی محدود ہونے کے باعث آپ بارہا چاہ کر بھی حج وعمرہ کی سعادت سے رہ جاتی تھیں اخیر عمر میں 2015 عیسوی میں آپ نے اپنے تمام زیورات فروخت کر کے کہا کہ حافظ صاحب مجھے رب کریم کے گھر کی زیارت کرادو تو بندہ نے والدہ کو اعذار اور پیرانہ سالی میں سفر حج پر لے کر گیا، یہ سفر حج میری قسمت کی معراج تھی، والدہ کئی امراض کی شکار تھیں، ایک مدت سے شوگر کا عارضہ تھا، پاؤں ہمیشہ ورم آلود رہتا اور گٹھیا کے مرض سے جوڑوں میں کافی شدید درد؛ جس کی وجہ سے آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا بہت دشوار تھا، یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات گھر میں بیٹھ کر اوراد ووظائف اور قرآن کریم کی تلاوت میں گزارتیں۔

**مناسک حج کی ادائیگی میں وارفتگی کا عالم**: مگر سفر حج میں آپ کی مستعدی قابل دید تھی، آپ کے لیے میں نے چلنے پھرنے میں عذر کے سبب وہیل چیئر کا انتظام کر رکھا تھا، آپ نے اسے اٹھا پھینکا اور کہا کہ میں پا پیادہ ہی تمام ارکان ومناسک حج ادا کروں گی، طواف وسعی، میدان عرفات سے مزدلفہ پھر منی میں رمی جمرات اور طواف وداع تک کے تمام مناسک واعمال آپ نے بلا تھکے پاپیادہ ادا کئے، میدان عرفات میں دعا کے وقت انہوں نے مجھے مخاطب کر کے پوچھا کہ حافظ صاحب آپ کے لیے کیا دعا کروں، میں نے خاتمہ بالخیر اور اولاد نرینہ کیلیے دعا کی درخواست کی، سفر حج کی واپسی پر اللہ تعالی نے اپنے فضل وکرم سے نرینہ اولاد عطا فرمائی۔

**خواتین میں دعوت وتذکیر**: آپ ہمیشہ گھر میں آنیوالی خواتین کو دین کی طرف راغب کرتیں اور انہیں دینداری اور نماز وروزہ کی تلقین فرماتیں،، قرآن کے ترجمے اور تفسیر پڑھ کر سناتیں، نماز کے اذکار وادعیہ، سورتیں سکھاتیں اور ان کو میت کی تجہیز وتکفین کے آداب بتاتیں۔

**دعا میں اثر**: ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ والدہ 2012 عیسوی میں شدید بیمار پڑ گئیں، مہینوں ہاسپٹل میں زیر علاج رہیں، دربھنگہ ڈی ایم سی ایچ کے ڈاکٹروں نے آپ کو لکھنؤ سنجے گاندھی پی جی آئی ریفر کردیا، وہاں تقریبا پندرہ بیس روز زیر علاج تھیں، گھر میں میرے یہاں ولادت کا مسئلہ تھا، ڈاکٹر کے ذریعے ولادت کی دی گئی تاریخ بہت تیزی سے گزر رہی تھی، میں اندر اندر کافی پریشان تھا، گھر میں کوئی مرد صورت آدمی موجود نہیں جو ڈاکٹر وغیرہ اور ہاسپٹل لے جانے کے کام آئے، ایسے میں وہاں میری سخت ضرورت تھی، میری پریشانی کو والدہ نے محسوس کرلیا اور کہا کہ تم کیوں پریشان ہو؟ جب تک تم مجھے گھر لے کر نہیں جاؤ گے ولادت نہیں ہوگی، اللہ کی شان دیکھیے کہ جس شب میں والدہ کو لے کر کے گھر پہنچا، اسی شب فجر کے وقت اللہ تعالی نے مجھے بڑی بیٹی عطا فرمائی۔

**سفر آخرت**: ادھر کوئی 20 سالوں سے زیادہ بیمار تھیں، انہیں ذیابیطس کے عارضہ نے بہت کمزور کردیا تھا، ارتھرائٹس اور دیگر امراض کے باوجود ان کی عبادت وریاضت میں کمی واقع نہیں ہوتی، 2022 کے اواخر میں برین پیرالائسس کی وجہ سے نحیف ولاغر ہوتی چلی گئیں اور بالآخر آپ نے تقریباً ڈیڑھ سال صاحب فراش رہ کر شنبہ کے دن اس گنہگار کے ہاتھوں میں اور تمام بیٹیوں کی موجودگی میں دار فانی کو ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ دیا، جنازے میں امارت شرعیہ کے اکابر اور علماء کے جم غفیر کے علاوہ خلق خدا کی ایک بھیڑ تھی، تمام اولاد واعزہ سمیت آپ کی وفات پر آپ کے دل کا ٹکڑا اور سب سے چھوٹا بیٹا محمد بابو وطن عزیز سے دور حجاز مقدس میں ہفتوں اشک برساتا رہا، اب ایسی مائیں دنیا میں بہت کم ہیں، اللہ والدہ ماجدہ کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کی تمام نیکیوں کو قبول فرمائے اور ان کی جملہ تقصیرات سے صرف نظر فرمائے (آمین)

Scanned with CamScanner

# حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کی شخصیت اور سیاسی کارنامے

سید ظفر عالم باروی

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا اصلی نام محی الدین احمد تھا۔وہ ایک ایسے خاندان کے چشم و چراغ تھے، جو صدیوں سے علم وفضل اور تصوف اور دعوت دار شاد کا گہوارہ رہا ہے، مولانا ابوالکلام آزاد کے والد مولانا محمد خیرالدین اپنی خاندانی روایت کے حامل، عالم و فاضل ہونے کے علاوہ صوفی صافی بزرگ تھے ملک کے مختلف علاقوں میں ان کے مریدوں کی اچھی خاصی تعداد تھی۔وہ مصنف بھی تھے۔ان کے متعدد مذہبی رسالے ترکی اور مصر میں شائع ہوئے۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کے تعلقات حجاز سے بھی تھے وہاں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد کے ایک چچا کا انتقال مدینہ منورہ میں ہی ہوا۔"غدر" کے بعد وہ بھی حجاز چلے گئے اور وہیں ایک معزز گھرانے میں شادی کرلی،مولانا ابوالکلام آزاد اسی خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے اس طرح عربی گویا ان کی مادری زبان تھی مولانا آزاد کی ولادت 11 نومبر 1888ء کو مکہ میں ہوئی، زندگی کی ابتدائی 10,11 برس بھی وہیں گزرے، تعلیم شروع سے ہی گھر پر ہوئی اور بھی ٹھیٹ مشرقی انداز میں دینی عربی فارسی کی تکمیل کی پھر 14 برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے، تو شاگردوں کی ایک جماعت خود ان کے سپرد کردی گئی کہ انھیں پڑھائیں۔ یہ اس لئے کہ تعلیم اس وقت تک مکمل خیال نہیں کی جاتی تھی جب تک کہ جو کچھ پڑھا ہے وہ دوسروں کو بھی پڑھایا نہ جائے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب انھیں شاعری کا شوق پیدا ہوا اور آزاد تخلص رکھا، اس زمانے میں مولانا محمد ظہیر الحسن نیموی، قلمبند شمشاد لکھنؤی کی بہت شہرت تھی۔ وہ عربی اور فارسی زبان پر انکی گہری نظر تھی۔ تحقیق الفاظ سے متعلق ان کی سید ضامن علی جلال لکھنؤی سے جو بحث ہوئی اس سے ان کے بلند پایہ علمی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ایسے مسلم الثبوت استاد کے مقابلے میں عہدہ برآ ہونا شوق ہی کا کام تھا مولانا ابوالکلام آزاد نے غالبًا اسی وجہ سے ان کی شاگردی اختیار کی۔ 1902ء میں انہوں نے "نیرنگ عالم" کے نام سے ایک گلدستہ شائع کرنا شروع کیا، اس میں سوائے طرحی غزلوں کے اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ 1907ء میں یہ گلدستہ بند ہو گیا۔اس دوران ملک کے دوسرے رسالوں اور گلدستوں میں بھی اپنا کلام بھیجتے رہے، اس میں مخزن لاہور، انتخاب بمبئی، اور ارمغان فرخ بمبئی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ عبدالحمید فرخ تھے جو روزنامہ اخبار بھی شائع کرتے تھے۔منشی نظر رائے نے بھی ایک گلدستہ خدنگ نظر کے نام سے چھاپنا شروع کیا تھا۔مولانا آزاد نے انھیں لکھا کہ آپ نظم کے ساتھ نثر کے مضمون بھی رسالے میں شامل کیجئے اور مضامین خود مہیا کرنے کی ذمہ داری لی؛ چنانچہ بہت دنوں تک نثری مضمون مرتب کر کے انھیں بھیجتے رہے۔

"نیرنگ عالم" بند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ بہت جلد انہوں نے محسوس کرلیا کہ روایتی طریقے کی شاعری میں وہ اپنے وقت کا خون کر رہے ہیں۔ یہ شعر بازی نہ تو خود ان کے شایانِ شان ہے اور نہ اس سے اردو ادب ہی میں کوئی پائیدار اضافہ ہو رہا ہے، اس کے بعد گویا انہوں نے شاعری ترک ہی کردی۔اب انہوں نے 1904ء ہی میں ایک اور ماہانہ پرچہ "لسان الصدق کے نام سے نکالا جس میں علمی، ادبی، اور دینی موضوعات پر نثری مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔اس رسالے نے آغاز ہی سے بہت شہرت حاصل کی اور علمی حلقوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔اس کے بیشتر مضامین مولانا ابوالکلام آزاد خود ہی لکھتے تھے، اس کا معیار کتنا بلند تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے:

1907ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ہوا اس کے لئے منتظمین نے ملک کے مشہور اور مؤقر ماہانہ لسان الصدق کے ایڈیٹر مولانا ابوالکلام آزاد کو بھی دعوت دی کہ تشریف لائیں اور جلسے میں تقریر کریں، مولانا ابوالکلام آزاد نے دعوت قبول کرلی اور لاہور پہنچے، منتظمین اور دوسرے حاضرین نے جب انہیں دیکھا تو انہیں یقین نہیں آیا کہ پندرہ سولہ برس کے یہ صاحب زادے "لسان الصدق" کے ایڈیٹر ہیں، حاضرین میں مولانا حالی، شمس العلماء اور ڈپٹی نزیر احمد جیسے بزرگ تشریف فرما تھے، علامہ اقبال بھی اس جلسے میں موجود تھے، مولانا حالی نے تو انہیں دیکھ کر یہ خیال کیا کہ مولانا آزاد نے اپنی جگہ اپنے بیٹے کو جلسے میں شمولیت کے لئے بھیج دیا ہے؛ لیکن جب انہوں نے تقریر شروع کی تو سب کو یقین ہو گیا؛ لیکن افسوس کہ "لسان الصدق" نے بھی زیادہ عمر نہیں پائی۔غالبًا اسی زمانے میں سال ڈیڑھ سال کے لئے مصر، عراق اور ایران کی سیاحت کیلئے تشریف لے گئے، بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی اور لکھا ہے کہ انھوں نے جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی تھی، یہ درست نہیں، انہوں نے یہ سفر تفریح کے لئے کیا تھا، ان کا تعلیمی دور اس سے بہت پہلے کلکتہ کے قیام کے زمانے ہی میں ختم ہو چکا تھا، واپسی پر وہ بمبئی میں رکے اور ان کے مراسم علامہ شبلی سے ہوئی، مولانا شبلی بہت کم کسی کو خاطر میں لاتے تھے، اس کے کچھ نفسیاتی اسباب بھی ہیں، جن پر بحث کرنے کا یہ مقام نہیں ہے؛ لیکن اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان کا اپنا پایۂ علم وفضل اتنا بلند تھا، شاذ و نادر ہی کوئی دوسرا ان کے معیار پر پورا اترتا تھا؛ لیکن مولانا آزاد کے وہ بھی قائل تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ یہ ان کے اس تعلق کا نتیجہ تھا کہ جب انہوں نے 1906ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ سے رسالہ "الندوہ" جاری کیا تو اس کی ادارت میں مولانا آزادؒ کو بھی شامل کرلیا، ان ہی ایامِ میں مولانا آزاد کچھ دنوں تک بمبئی اور امرتسر میں مقیم رہے، بمبئی میں انہوں نے اپنے برادر بزرگ آہ مرحوم اور آغا حشر کاشمیری کے ساتھ عیسائیوں سے مذھبی معاملات میں مناظرے میں بھی حصہ لیا، اس زمانے میں امرتسر سے ایک اخبار ''وکیل'' ہفتے میں دوبار شائع ہوتا تھا یہ اپنے زمانے کا بہت مشہور و معروف پرچہ تھا اور تعلیم یافتہ حلقوں میں بہت مقبول تھا؛ لیکن وکیل سے بھی ان کا تعلق زیادہ دن نہیں رہا اس کے بعد وہ واپس کلکتہ چلے گئے، اب تک صحافت کے میدان میں ان کی تمام سرگرمیاں گویا بیاض کا حکم رکھتی تھیں جن کا نقطۂ معراج 1912ء میں **''الہلال''** کی شکل میں ظاہر ہوا۔ یہ ہفتہ وار پرچہ روز اول سے اس شان سے نکلا کہ ستارہ درخشید و ماہ کامل شد کا مصداق بن گیا۔ نہ صرف اردو صحافت اور نثر کی تاریخ میں اس کا مقام بلند ہے؛ بلکہ ملک کی سیاست اور جنگ آزادی میں بھی اس کا نمایاں حصہ رہا ہے، اس کی ظاہری شکل وصورت اور شان وشوکت بھی مرعوب کن تھی، یہ بڑے سائز اور عمدہ کاغذ پر لوہے کے حرفوں پر مصور چھپتا تھا مولانا ابوالکلام آزاد کی خطابت اور قادر الکلامی اپنی پوری قوت وعظمت کے ساتھ اس میں جلوہ گر تھی۔ان کا بدیع اسلوب تحریر، چھبتا ہوا طنز و مزاح برجستہ اردو اور فارسی شعروں کا برمحل استعمال، غرض کون کون سی خوبی کی تعریف کی جائے؛ لیکن ان سب باتوں پر مستزاد بلکہ اصلی اور بنیادی اس کی دعوت تھی۔ دراصل یہ رسالہ صرف مسلمانوں کے لئے جاری کیا گیا تھا اور اس کا مقصد یہ یاددلانا تھا کہ کبھی "خیر امة اخرجت للناس" کا مصداق تھے، ان کے مضامین گویا اس متن کی تفسیر تھی کہ وہ کیوں "خیرامت" تھے اور وہ کیوں اپنا یہ مقام بلند کو کھو بیٹھے اور اب کیسے اسے دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں ان کے مضامین میں بہت تکرار دعا ہے۔ یہ اسلوب انہوں نے قرآن پاک سے اخذ کیا۔ چونکہ اصل میں وہ ایک ہی بات اپنے قارئین کے ذہن نشین کرانا چاہتے تھے، اس لئے اسے مختلف پہلوؤں سے بار بار دہرانے کے اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا، مقصد یہ تھا کہ لوگ ڈھنگ سے ان کا مافی الضمیر سمجھ جائیں، اس میں انہوں نے لازماً مسلمانوں کو قرآن پاک کی طرف دعوت دینا تھا کہ یہی ان کے تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔واقعہ یہ ہے کہ جس طرح وہ اپنی نثر میں قرآنی آیات کے ٹکڑے استعمال کرتے تھے، یہ اعجاز سے کم نہیں تھا۔وہی آیتیں جو انسان روزمرہ سنتا اور پڑھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ ان کے معنی سمجھتا ہے، جب کسی جگہ ان کے مضمون آجائیں تو یوں معلوم ہوتا گویا اس نے پہلی مرتبہ دیکھا ہے اور آج تک اس معنی اس کی نظروں سے اوجھل تھے۔اسی سے ایک اعتراض کا جواب مل جاتا ہے۔ یہ عام طور پر کہا گیا ہے کہ اردو نثر کو مشکل اور نا قابل فہم بنانے میں الہلال اور مولانا ابوالکلام آزاد کا بہت بڑا حصہ ہے مولانا آزاد کی مادری زبان عربی تھی اور انکی تعلیم بھی تمام تر عربی اور فارسی کی رہی۔ پھر چونکہ ان کے مخاطب اصلی مسلمان تھے اور موضوع سخن بھی دینی تھا۔اس لئے انہوں نے وہ زبان استعمال کی جو اس موضوع کے لئے مناسب تھی اور جو انکے مخاطب بھی آسانی سے سمجھ سکتے تھے۔لازماً یہ زبان مشکل ہونا چاہیے تھی۔

''الہلال'' کا سب سے بڑا فائدہ مسلمانوں کا سیاسی شعور بیدار کرنا تھا، جو ہر ہفتے مولانا آزاد کے قلم سے الہلال کے صفحوں پر منتقل ہو رہا تھا اس سے ایک آگ سی لگ گئی۔ ہر ہفتے 25,30 ہزار شائع ہوتا تھا اور اسے لگ بھگ ایک لاکھ آدمی پڑھتے تھے، انگریزی حکومت بھی غافل نہیں تھی اس نے جلد ہی محسوس کرلیا کہ اگر مولانا آزاد کو اسی طرح آزاد چھوڑا گیا تو ان کی لگائی ہوئی آگ بتدریج اتنی پھیل جائے گی کہ پھر انگلستان سے لے کر ہندوستان تک کہ سمندروں کا پانی بھی نہیں بجھا سکے گا۔اس دوران میں اگست 1914ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہو گئی تھی انگریزوں کے لئے یہ موت اور زندگی کا سوال تھا وہ اس کی اجازت نہیں دے سکتا تھا کہ وہ کھل کر بغاوت پھیلائے۔آخر کار حکومت بنگال نے انہیں بنگال کے حدودِ سے باہر نکل جانے کا حکم دیا۔جس پریس میں الہلال چھپتا تھا اس کی ضمانت ضبط کرلی اس کے دفتر اور انکے مکان کی تلاشی لی اور چیزوں کے ان کے تمام مسودے بھی آٹھا لے گئے۔الہلال بند ہو گیا؛ چونکہ متعدد صوبوں کی حکومتوں نے اپنی حدود میں ان کا داخلہ پہلے سے ممنوع قرار دے رکھا تھا، مولانا آزاد اس وقت کے بہار رانچی میں مقیم ہو گئے بعد میں حکومت ہند نے انہیں یہی نظر بند کردیا اور انہیں کس دوسرے مقام پر جانے کی ممانعت کردی۔رہائی کے بعد مولانا آزاد نے الہلال کا نقش ثانی البلاغ کی شکل میں شائع کرنا شروع کیا تھا لیکن اخراجات اور کاغذ اور طباعت کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا اور چند ماہ کے بعد اسے بھی بند کرنا پڑا۔ 1926ء میں انہوں نے پھر اسے چھ ماہ کے لیے کلکتہ میں شائع کیا تھا لیکن بعد میں خیال آیا کہ اسے دلی منتقل کردیں۔حکومت نے دلی پہنچنے سے پہلے ہی اپنے ایک حواری کو الہلال ماہانہ اور ہفتہ وار پرچہ کرنے کا ڈیکلریشن دے دیا۔اس طرح الہلال کا نام ان سے چھن گیا۔پھر مولانا آزاد نے یہ بھی چاہا تھا کہ اس کا نام "الاقدام" رکھیں لیکن جانے کیوں یہ بیل بھی منڈھے نہ چڑھی۔گاندھی جی کے جنوبی افریقہ سے آنے کے بعد مولانا آزاد ان کے ساتھ ہو گئے، اور یہ ان کے کردار کی عظمت کی دلیل ہے کہ جو قدم انہوں نے 1920ء میں اٹھایا تھا مرتے دم تک اسے پیچھے ہٹانے کا خیال بھی ان کے دل میں نہیں آیا جیسا کہ انہوں نے کسی جگہ لکھا ہے، زندگی کی شاہراہ کا یہی حال ہے یہاں ایک مرتبہ فیصلہ کر لینے کے بعد اس راہ پر چلنے والوں میں پیچھے مڑ کے دیکھنے والے کی کوئی جگہ نہیں۔مولانا آزاد سیاسی سرگرمیوں میں پورے جوش و خروش اور یکسوئی تن دہی کے ساتھ ساتھ لیا قید و بند کی سختیوں نے بھی ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش تو درکنار، اس میں اور ثبات اور استواری پیدا ہو گئی۔قوم نے ان کی خدمات کا یوں اعتراف کیا کہ 1923ء میں انہیں کانگریس کے خاص اجلاس دہلی کا صدر منتخب کیا ہے، جو اس وقت اس کے پاس سب سے بڑا اعزاز اور انعام تھا۔اس وقت مولانا آزاد کی عمر 35 سال تھی اور یہ کانگریس کی تاریخ میں ریکارڈ ہے۔آج تک ان سے کم عمر کا کوئی شخص اس کا صدر نہیں ہوا۔اس موقع پر انہوں نے جو خطبہ صدارت پڑھا تھا، اس میں کونسلوں میں داخلے کے سوال پر جس طرح مدلل بحث کی اس سے ان کے بالغ نظری اور سیاسی دور اندیشی کا ثبوت ملتا ہے۔

جب کانگریس نے 8 اگست 1942ء کو بمبئی میں ہندوستان چھوڑوں (INDIAN QUIT) کی قرارداد منظور کی تو اسی رات متعدد دوسرے قومی رہنماؤں کے ساتھ وہ بھی گرفتار کر لئے گئے، پھر ملک آزاد ہوا اور وہ آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم بنے اور خون جگر سے ملک کی آبیاری کرتے رہے، یہاں تک کہ 20 فروری 1958ء کی صبح کو اچانک ان پر فالج کا حملہ ہوا تین دن غشی کی کیفیت طاری رہی آخر کار 22 فروری 1958ء کی علی الصباح انہوں نے جان، جاں آفریں کے سپرد کردی۔ان کی موت سے ہندوستان کے جنگ آزادی کا کمانڈر سپاہی صف اول کا سیاست دان، علوم قدیمہ وجدیدہ کا بے نظیر جامع، ایک شعلہ بیاں خطیب اور مقرر، اردو کا بے مثال نثر نگار ہمارے درمیان سے سدا کے لئے اٹھ گیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

Scanned with CamScanner

طب وصحت

# کان میں درد کے اسباب

ڈاکٹرعطیہ وقار

کان کے درد کی عام طور پر یہ وجہ ہوتی ہے کہ جراثیم آلود بظاہر صاف پانی سے یا گندے پانی سے بچے کا ہاتھ منہ دھلایا جائے یا نہلایا جائے۔حلق کی سوزش کے باعث بھی کان میں درد ہوسکتا ہے۔گھنٹیا یا کسی قسم کی اعصابی بیماری سے بھی کان میں درد ہوسکتا ہے۔کان میں کسی بھی چیز یا کیڑے مکوڑے کے جانے سے بھی درد ہوسکتا ہے۔عموماً بچوں کی عادت ہوتی ہے کوئی موتی یا اس سے ملتی جلتی کوئی چھوٹی چیز کان میں رکھ دیتے ہیں۔ اگر وہ پھنس جائے تو کان کے درد کا باعث بنتی ہے۔پنسل یا کسی چیز سے کان کریدنے سے بھی درد ہوتا ہے۔نزلہ، زکام اور حلق میں سوزش کی تکلیف کو اگر زیادہ دنوں تک نظر انداز کیا جائے تو وہ بھی کان میں درد کا باعث بنتی ہے۔بعض دفعہ نزلہ ہوتا ہے، بہتا نہیں ہے جس کی وجہ سے کان بند لگتا ہے پھر کان میں درد بھی شروع ہوجاتا ہے۔

**علامات:** کان کی اندرونی نالی میں ورم، ورم سے کان کا سرخ ہونا، کان میں بوجھ کا احساس، کان میں عارضی بہرہ پن، کان میں شور، ٹیسیں اٹھنا اور تکلیف بڑھنے پر مواد کا اخراج شامل ہیں۔

**چھوٹے بچوں میں علامات:** چڑچڑاپن، ایک دم چیخنا، بھوک کا نہ لگنا، بخار، قے، کبھی کبھار ہلکا سا دورہ، بچہ بار بار کان تک ہاتھ لے جاتا ہے، بے چینی۔

**کان کا مستقل بہنا** (Otorrhoea): اگر بعض دفعہ کان کا بہنا ایک دم سے رک جائے تو کان میں درد ہوتا ہے۔اس بیماری کے پیدا ہونے کی وجوہات میں کان کی کافی عرصے تک صفائی نہ کروانا یعنی کان میں میل جمع ہونا بھی شامل ہے۔

**کان میں ایگزیمہ کی بیماری کا ہونا:** کان میں پھنسی کا ہونا جس کا علاج نہ کروایا جائے وہ بغیر علاج کے کافی عرصے تک کان میں رہے، کان پر چوٹ کا لگنا، ٹانسلائٹس، خسرہ، انفلوائنزا، شدید نزلہ وزکام، مسوڑھوں کی بیماریاں، کان کے عضلات میں خصونت کا ہونا اور اس کے علاج سے لاپروائی برتنا، فنگل انفیکشن بھی وجوہات میں شامل ہیں۔

بعض اوقات کان کی صفائی میں استعمال ہونے والی اشیا سے الرجی بھی ہو سکتی ہے۔کان کے بہنے کی تکلیف کے علاوہ کان میں میل یا ورم کی وجہ سے کان کے پردے پر منفی دباؤ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔شروع میں تو اس سے عارضی بہرہ پن ہوتا ہے۔

طبی معائنے پر کان کا پردہ جو شفاف ہوتا ہے، بہت دھندلا میلا سا نظر آتا ہے، جیسے جیسے ورم بڑھتا جاتا ہے کان کے پردے پر دباؤ بڑھتا جاتا ہے جس کی وجہ سے پردہ نیلا پڑ جاتا ہے یا پھر میل کے باعث شہد کے رنگ جیسا بادامی یا سنہری دکھائی دیتا ہے، جس پر پانی کے بلبلے چپکے ہوئے نظر آتے ہیں۔اس لئے کان کی باقاعدگی سے صفائی کرتے رہنا چاہیے۔جیسے کہیں کچرا پڑا رہے تو سڑ جاتا ہے، بالکل اسی طرح اگر کان میں میل جمع ہوتا رہے تو تعفن پھیل جاتا ہے۔اس لیے کان کی صفائی کا خاص خیال کرنا چاہیے۔اگر نہانے کے بعد کان نہ صاف کیے جائیں تو بعض دفعہ اس پانی کی وجہ سے کان میں درد ہوتا ہے اور رہے سہے میل میں تعفن پھیل جاتا ہے۔ ویسے تو قدرتی طریقے سے کان کی صفائی ہوتی رہتی ہے۔اس لیے میل جمع نہیں ہو پاتا لیکن اگر جمع ہو جائے تو احتیاط کے ساتھ صفائی کرنا چاہیے۔ جب تعفن پیدا ہوتا ہے اور ہوا لگنے سے اس میں انفیکشن پیدا ہوسکتی ہے۔ غسل کے بعد کان اور بالوں کو اچھی طرح خشک کرنا چاہیے، بعض دفعہ یہی پانی کان کے بہنے اور بہرہ پن ہونے کا سبب بن سکتا ہے۔کان کبھی بھی میلی روئی کے ساتھ صاف نہ کریں اور نہ کریدیں۔اگر بچہ کان میں کوئی چیز ڈال لے تو اس کو ہمیشہ ڈاکٹر سے نکلوائیں۔کسی ایمرجنسی کی صورت میں ڈاکٹر سے رجوع کریں۔بچے کے کان پر کبھی نہ ماریں، اس سے سماعت جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

کان میں درد کے علاج کے لیے ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی میں مختلف دوائیں تجویز کی جاتی ہیں۔کسی بھی شعبے کے مستند ڈاکٹر سے معائنے کے بعد اس کی تجویز کردہ دوائی استعمال کریں اور ڈاکٹر کی ہدایات کی روشنی میں علاج کرائیں۔کان کا درد ٹھیک نہ ہو تو اسے سنجیدگی سے لیں اور بروقت ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

هفتـــهٔ رفتـــه

راشد العزیری ندوی

## بلڈوزر کارروائیوں پر سپریم کورٹ کا تاریخی فیصلہ

سپریم کورٹ نے 'بلڈوزر کارروائیوں' کے حوالے سے ایک تاریخی فیصلہ سنایا، جس میں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ ریاستی حکومتیں کسی بھی فرد کی جائیداد کو محض الزام کی بنیاد پر تباہ نہیں کرسکتیں۔عدالت نے واضح کیا کہ یہ عمل آئین کے تحت افراد کے حقوق کی خلاف ورزی ہے اور اس کا مقصد قانون کی حکمرانی کی ضمانت دینا ہے۔عدالت نے اس بات پر زور دیا کہ جب تک کوئی شخص مجرم ثابت نہ ہو جائے، اس کی جائیداد کو صرف الزام کی بنیاد پر تباہ کرنا غیر قانونی ہے۔ سپریم کورٹ نے کہا کہ حکومتوں اور ان کے اہلکاروں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی فرد کو مجرم قرار دے کر اس کی جائیداد تباہ کریں۔ یہ فیصلہ آئین کے اصولوں کے تحت افراد کی حفاظت کے حق میں ہے، جو انہیں ریاستی طاقت کے من مانے استعمال سے بچاتا ہے۔عدالت نے اس بات کی وضاحت کی کہ قانون کی حکمرانی میں اس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ شہریوں کی جائیداد بغیر کسی معقول وجہ کے نہیں چھینی جاسکتی۔اس فیصلے میں حکومتوں اور ان کے افسران کو متنبہ کیا گیا کہ وہ قانون کے دائرہ کار سے باہر جاکر کسی کو سزا دینے کے طور پر جائیداد کے انہدام کا عمل نہ کریں۔عدالت نے مزید کہا کہ جب بھی کسی جائیداد کو منہدم کرنے کا حکم دیا جائے، اس کے لیے عدلیہ کی نگرانی ضروری ہے تاکہ کسی بھی قسم کی غیر قانونی کارروائی سے بچا جاسکے۔اس نے یہ بھی تجویز کیا کہ ایک آن لائن پورٹل قائم کیا جائے تاکہ متاثرہ افراد کو آگاہ کیا جا سکے اور کوئی بھی انہدام کا عمل شفاف طریقے سے مکمل ہو۔

## سپریم کورٹ میں مشین سے دماغ ہیک ہونے کا دعویٰ

سپریم کورٹ میں ایک عجیب وغریب معاملہ پیش آیا جہاں ایک عرضی دہندہ نے دعویٰ کیا کہ اس کے دماغ کو ہیومن برین ریڈنگ مشین کے ذریعے ہیک کیا گیا ہے۔اس نے کہا کہ کچھ افراد نے سی ایف ایس ایل سے یہ مشین حاصل کی اور اس کا استعمال اس کے دماغ کو کنٹرول کرنے کے لیے کیا۔ تاہم، سپریم کورٹ نے اس معاملے میں مداخلت کرنے سے انکار کرتے ہوئے عرضی کو خارج کر دیا۔جسٹس سدھانشو دھولیہ اور جسٹس احسان الدین امان اللہ کی بنچ اس عرضی پر سماعت کر رہی تھی۔لائیو لاء کی رپورٹ کے مطابق سپریم کورٹ نے کہا، ''عرضی گزار کی طرف سے یہ عجیب بات کہی گئی ہے کہ کچھ افراد ایسی مشین چلا رہے ہیں، جس کے ذریعے اس کے دماغ کو قابو کیا جارہا ہے۔ہمیں اس معاملے میں مداخلت کرنے کی کوئی گنجائش یا وجہ نظر نہیں آتی۔''

## گمراہ کن اشتہار استعمال کرنے والے کوچنگ سنٹرس کیلئے جاری گائیڈ لائن

کوچنگ سنٹرس کے ذریعہ گمراہ کن اشتہار کا استعمال کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے، لیکن اب مرکزی حکومت نے اس معاملے میں سخت رخ اختیار کیا ہے۔گمراہ کن اشتہار معاملے پر روک تھام کے لیے مرکز نے بدھ کے روز گائیڈ لائن جاری کردیا ہے۔کوچنگ اداروں کے ذریعہ 100 فیصد سلیکشن یا 100 فیصد ملازمت کی سیکورٹی جیسے جھوٹے دعووں والے اشتہارات پر روک تھام کے مقصد سے یہ قدم اٹھایا گیا ہے۔سی سی پی اے (سنٹرل کنزیومر پروٹیکشن اتھارٹی) کے ذریعہ تیار کیے گئے حتمی گائیڈ لائن نیشنل کنزیومر ہیلپ لائن پر کئی شکایتوں کے مدنظر سامنے آئے ہیں۔سی سی پی اے نے اب تک 54 نوٹس جاری کیے ہیں اور تقریباً 54.60 لاکھ روپے کا جرمانہ لگایا ہے۔صارف معاملوں کی سکریٹری ندھی کھرے نے کہا کہ ''ہم نے دیکھا ہے کوچنگ سنٹر قصداً طلبا سے جانکاری چھپا رہے ہیں۔اس لیے ہم کوچنگ انڈسٹری سے منسلک لوگوں کو رہنمائی فراہم کرنے کے لیے گائیڈ لائن لے کر آئے ہیں۔''

## فوری سماعت سے متعلق سپریم کورٹ نے پرانے طریقۂ کار میں کی تبدیلی

ملک کے نومنتخب چیف جسٹس آف انڈیا سنجیو کھنہ نے فوری سماعت کے پرانے نظام میں تبدیلی کا حکم صادر کردیا ہے۔اب مقدمات کی فوری سماعت کے لیے زبانی تذکرہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ چیف جسٹس نے کہا کہ اب کوئی زبانی تذکرہ نہیں ہوگا۔فوری سماعت کی وجہ بتاتے ہوئے ای میل یا تحریری خط میں اس کا ذکر کرنا ہوگا۔انہوں نے وکلاء سے اس کے متعلق ای میل یا تحریری خط بھیجنے کی بات کہی۔ پہلے وکلاء دن کی کارروائی کے آغاز میں چیف جسٹس کی سربراہی والی بنچ کے سامنے فوری سماعت کے لیے اپنے مقدمات کا ذکر کرتے تھے۔ چیف جسٹس نے عدالتی اصلاحات کے لیے شہریوں پر مبنی ایجنڈے کا خاکہ بھی پیش کیا، ساتھ ہی کہا کہ انصاف تک آسان رسائی کو یقینی بنانا اور شہریوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا عدلیہ کا آئینی فرض ہے۔

## وقف ترمیمی بل: 'میٹنگوں میں کورم پورا نہیں ہورہا'، اپوزیشن کا الزام

وقف ترمیمی بل 2024 کے لیے تشکیل جوائنٹ پارلیمانی کمیٹی (جے پی سی) کی کارگزاری پر ایک بار پھر اپوزیشن اراکین پارلیمنٹ نے سوال اٹھا دیا ہے۔ جے پی سی میں شامل اپوزیشن پارٹیوں کے اراکین نے کمیٹی چیف پر الزام عائد کرتے ہوئے لوک سبھا اسپیکر اوم برلا کو خط لکھ دیا ہے۔اس خط میں جے پی سی کے اپوزیشن اراکین نے ریاستی دوروں کو لے کر ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ان کی شکایتوں کے حل کی یقین دہانی کے باوجود جے پی سی چیف جگدمبیکا پال نے ریاستوں کا دورہ جاری رکھا ہے۔ اس کے بعد اپوزیشن اراکین نے 5 ریاستوں کے دورہ کا بائیکاٹ کردیا ہے۔ساتھ ہی جے پی سی چیف کی قیادت میں ہو رہی میٹنگوں میں کورم پورا نہ ہونے کا الزام بھی عائد کیا ہے۔اپوزیشن اراکین کی طرف سے عائد الزامات پر جے پی سی چیف جگدمبیکا پال کا بیان بھی سامنے آیا ہے۔ انھوں نے اپنے اوپر عائد الزامات کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''پارلیمانی کمیٹیوں کا مطالعہ ایک غیر رسمی عمل ہے۔ان ریاستی دوروں میں کورم جیسا کوئی رسم نہیں ہوتا ہے۔'' 9 نومبر کو لوک سبھا اسپیکر اوم برلا کو خط لکھنے کے بعد کچھ اپوزیشن اراکین نے کہا کہ ''5 نومبر کو ہوئی میٹنگ کے بعد ہمیں امید تھی کہ جگدمبیکا پال کی قیادت میں جے پی سی کے ریاستی دوروں کو ملتوی کیا جائے گا۔'' ان کا کہنا ہے کہ کمیٹی کی رپورٹ جمع کرنے کی کوئی فوری ضرورت نہیں تھی۔

## پٹنہ کے 'شیلٹر ہوم' میں کھچڑی کھانے سے 2 لڑکیوں کی موت

'شیلٹر ہوم' میں کھچڑی کھانے کی وجہ سے 2 لڑکیوں کی موت ہوگئی ہے۔ دیگر 9 لڑکیوں کی حالت نازک بتائی جارہی ہے، جن کا علاج پٹنہ میڈیکل کالج میں جاری ہے۔ ذرائع سے ملی جانکاری کے مطابق پٹنہ کے شاستری نگر میں واقع 'شیلٹر ہوم' میں فوڈ پوائزننگ کی وجہ سے یہ حادثہ پیش آیا یہ 'شیلٹر ہوم' ریاستی حکومت کے محکمہ سماجی فلاح و بہبود کے ذریعہ چلایا جاتا ہے۔ 'شیلٹر ہوم' میں لڑکیوں کی دیکھ بھال کے لیے محکمہ کی جانب سے 4 کونسلر بھی مقرر کیے گئے ہیں۔اس واقعہ کے بعد چائلڈ رائٹس پروٹیکشن کمیشن نے اس پورے معاملے کا نوٹس لیا ہے۔ کمیشن کے چیئرمین ڈاکٹر امردیپ نے بتایا کہ پورا معاملہ ان کے نوٹس میں آیا ہے۔ یہ واقعہ افسوسناک ہے، اس حادثہ میں ملوث تمام قصورواروں کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ دوسری طرف اس معاملے میں بہار حکومت کے سماجی بہبود کے وزیر مدن سہنی نے کہا کہ ''پورے معاملے کی جانچ کرائی جارہی ہے اور قصورواروں کے خلاف سخت کارروائی ہوگی۔''

Volume:64/74,Issue:44 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Rizwan Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/1961

ہر دور میں رہا یہی آئین منصفی
جو سر نہ جھک سکے وہ قلم کردیے گیے
(عالم تاب تشنہ)

# ایران پر عرب ممالک کے موقف میں تبدیلی

**اسد مرزا**

’’جیسے جیسے اسرائیل اور ایران کے درمیان براہ راست تصادم کا خطرہ بڑھ رہا ہے، کئی خلیجی ممالک ایران کی تیل تنصیبات پر ممکنہ اسرائیلی حملوں کو روکنے کے لیے سرگرم نظر آرہے ہیں۔ انہوں نے اسرائیل کو ایران پر کسی بھی حملے کے لیے اپنی فضائی حدود سے گزرنے کی اجازت دینے سے انکار کردیا ہے۔‘‘

گزشتہ ماہ ۷/اکتوبر کو فلسطین-اسرائیل جنگ کا ایک سال مکمل ہوگیا ہے۔ اس دوران زیادہ تر مغربی ممالک اسرائیل کو فلسطین پر حملے بند کرنے کے لیے صرف مشورہ دیتے رہے، حالانکہ وہ خفیہ طور پر اسرائیل کی ہتھیاروں و گولہ بارود کے علاوہ مالی مدد بھی کررہے ہیں۔ دوسری جانب اس لڑائی میں ایران کی کسی بھی طرح کی شمولیت نے عرب ملکوں کو تشویش میں ڈال دیا ہے۔ ان میں سے بعض نے اس تنازعہ کو حل کرنے کے لیے دو ریاستی فارمولے کی وکالت کی ہے، لیکن موجودہ تنازعہ کو روکنے کے لیے سیاسی مفادات نے انہیں ایران کے ساتھ زیادہ روادارانہ رویہ اپنانے پر مجبور کردیا ہے جو کبھی دفاعی اور نظریاتی دونوں لحاظ سے ان کا مخالف سمجھا جاتا تھا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ عالمی معیشت کو سنگین منفی نتائج سے روکنے کی کوششیں بہت ضروری ہیں۔ ایران کہہ رہا ہے کہ اسرائیل، ایران میں تیل یا جوہری تنصیبات کو نشانہ بنا سکتا ہے، وہ تہران پر براہ راست حملہ کرسکتا ہے یا آبنائے ہرمز کو بند کرسکتا ہے جو دنیا کی سب سے اہم تیل کی حمل ونقل آبی گزرگاہ ہے، عالمی تیل کا پانچواں حصہ آبنائے ہرمز سے گزرتا ہے۔ اس طرح تیل کی قیمتیں عالمی سطح پر مزید اضافہ ہونے کے امکانات بھی بڑھ رہے تھے۔

موجودہ حالات میں سب سے ضروری سوال یہ ہے کہ کیا عرب ریاستیں ایران کے براہ راست جنگ میں شامل ہونے کی صورت میں اس کی حمایت کریں گی؟ اب تک ایران نے خطے میں حماس اور حزب اللہ جیسے گروپوں یا غیر ریاستی عناصر کے ذریعے کام کیا ہے۔ لیکن ایران کے براہ راست ملوث ہونے کی صورت میں مستقبل کا اتحاد، مذہبی نظریات اور مختلف عرب ریاستوں کے جغرافیائی محل وقوع کی بنیاد پر بھی منحصر رہے گا۔ زیادہ امکانات یہ ہیں کہ اگر ایران اور اسرائیل کے درمیان جنگ چھڑ جاتی ہے تو سعودی عرب، اردن اور متحدہ عرب امارات جیسے عرب ممالک اپنے علاقائی مفادات کے خلاف کسی بھی قیمت پر ایران کی حمایت نہیں کریں گے۔

اس کے ساتھ ہی روایتی مذہبی نظریاتی اختلافات اور متضاد عزائم کی بنیاد پر زیادہ تر عرب حکومتیں ایران کو ایک مخالف کے طور پر دیکھتی ہیں۔ 1979 کے اسلامی انقلاب کے بعد سے سعودی عرب نے ایران کے مقابلے میں امریکہ کے ساتھ بہت قریبی تعلقات استوار کیے ہیں، جبکہ ریاض اور تہران نے حال ہی میں تعلقات کو بہتر کرنے کا مرحلہ وار کام شروع کیا ہے، 10 مارچ 2023 کو ایران اور سعودی عرب کے نمائندے، جو بیجنگ میں پانچ دنوں تک خفیہ طور پر ملاقات کرتے رہے تھے، دونوں ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات کی بحالی کے لیے چین کے زیر اہتمام ایک معاہدے کا اعلان کیا ہے، ریاض نے سات سال قبل تہران سے باضابطہ تعلقات منقطع کرلیے تھے۔ تعلقات کو بہتر کرنے کے لیے دونوں ممالک کی کوششیں دنیا کے علم میں تھیں۔ اس کے ساتھ ہی عراق اور عمان نے ایرانی اور سعودی حکام کے درمیان مذاکرات کے پچھلے دور کی میزبانی بھی کی تھی، لیکن معاہدے کو حتمی بنانے میں چین کا کردار غیر متوقع رہا۔ تینوں ممالک کی طرف سے جاری ہونے والا مشترکہ سہ فریقی بیان ایک جغرافیائی سیاسی تبدیلی کی طرف اشارہ کرتا ہے جس میں چین کو ایک ایسے خطے میں بڑا کردار ادا کرتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے جہاں امریکہ طویل عرصے سے غالب رہا ہے اور یہ بھی ایک اہم تبدیلی ہے۔

ریاض اور تہران کے مسابقتی علاقائی ایجنڈوں نے یمن اور سیریا میں تباہ کن جنگیں شروع کردی ہیں اور لبنان اور عراق میں عدم استحکام کو ہوا دی ہے۔ کئی خلیجی عرب ممالک طویل عرصے سے ایران نواز گروپوں کی طرف سے براہ راست دھمکیوں اور حملوں کے ساتھ ساتھ اختلافی تحریکوں کی ایرانی حمایت سے فکرمند ہیں۔ تہران سعودی عرب پر کردستان، بلوچستان اور دیگر شورش زدہ صوبوں میں مخالف ایرانی میڈیا کے ساتھ نسلی مخالف گروہوں کی پشت پناہی کا الزام لگاتا رہا ہے۔

یہاں جو چیز ان عرب ملکوں کو ایران کے تئیں اپنا رویہ بدلنے کی ترغیب دے سکتی ہے وہ رائے عامہ ہے۔ جو زیادہ تر عرب ریاستوں میں فلسطینی کاز سے ہمدردی رکھتی ہے۔ اگر عرب ریاستیں فلسطینیوں کے خلاف اس جنگ میں واضح طور پر اسرائیل کی حمایت کرتی ہیں تو اس سے عوام کی نظروں میں ان کے رہنماؤں کی قانونی حیثیت کم ہوسکتی ہے، حالانکہ زیادہ تر عرب حکمرانوں کو اس رائے عامہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کیونکہ ان میں سے زیادہ تر ممالک جمہوری نہیں بلکہ بادشاہی نظام کے تحت آتے ہیں جہاں عوام کی رائے کوئی معنی نہیں رکھتی ہے۔ دوسرے، ایک وسیع جنگ کی صورت میں جس میں ایران براہ راست ملوث ہو، اسرائیل کی حمایت کرنے والی حکومتوں کو جارح کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اگرچہ امریکہ نے ایران کے پڑوسیوں کے سلامتی کے مفادات کی حمایت کی ہے لیکن اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہے گا۔

اس کے ساتھ ہی ان ممالک کی ایران سے جغرافیائی قربت بھی ایک اہم وجہ ہے۔ زیادہ تر عرب ممالک نہیں چاہیں گے کہ کوئی قریبی پڑوسی خطے میں جارحانہ رویہ اختیار کرے یا اس کی بالادستی وہاں قائم ہوجائے۔ ساتھ ہی ایک بڑی علاقائی جنگ ان ممالک کے لیے معاشی طور پر ایک بوجھ ثابت ہوسکتی ہے، مکمل طور پر ایران کا ساتھ نہ دینے سے کچھ عرب ممالک ابھی تک اسرائیل اور مغرب کی نظروں میں دوسروں سے بہتر کردار ادا کرتے نظر آرہے ہیں اور انہیں مغرب کی حمایت بھی جاری ہے۔ اسی طرح ان میں سے بعض نے اسرائیل کا مکمل ساتھ نہ دے کر ایران کی طرف سے مصیبت کو دعوت نہیں دی ہے۔ بحران میں گھرے ہوئے خطے میں اپنے قومی مفادات کے تحفظ کے لیے اس طرح کا انداز سفارتی اور ڈپلومیٹک ہے۔ تاہم، مشرق وسطیٰ میں بڑھتا ہوا یہ تنازعہ خطے کو ایران اور امریکہ کے درمیان براہ راست تصادم کی راہ پر لاسکتا ہے۔ مشرق وسطیٰ میں تحمل امریکی اسٹریٹجک مفادات کے مطابق ہوگا جبکہ اسرائیل نواز لابی کا زور واشنگٹن کی فیصلہ سازی کو کمزور کرتا ہوا نظر آرہا ہے۔

حال ہی میں جس طرح امریکی افواج کو اسرائیل بھیجا گیا ہے، جدید ترین گولہ بارود جیسے ٹرمینل ہائی ایلٹیٹیو ڈایریا ڈیفنس سسٹم (THAAD) وہ ایران کو اپنی جارحانہ صلاحیتوں کو مضبوط بنا کر اپنی ڈیٹرنس کو مضبوط کرنے پر مجبور کرسکتا ہے۔ ایران نے خبردار کیا ہے کہ اگر اس کے وجود کو خطرہ لاحق ہوا تو وہ اپنے جوہری اصول کو تبدیل کرسکتا ہے یعنی دنیا کو ایک جوہری جنگ کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے، ایران کی سیکورٹی پالیسی میں اپنے اور دیگر عرب ممالک کے مشترکہ مفادات کے ساتھ خطے میں غیر ریاستی عناصر کے ساتھ قریبی روابط کو فروغ دینا شامل رہا ہے۔ 2003 میں ایران نے امریکہ سے یہاں تک کہا تھا کہ اگر وہ حماس سے علیحدگی اختیار کرلے اور حزب اللہ پر دباؤ ڈالے کہ وہ ایک سیاسی جماعت کے طور پر کام کرنے کے لیے تیار ہوجائے تو امریکہ کو اس پر سے عائد معاشی پابندیوں کو ہٹانا ہوگا لیکن امریکہ نے تہران کے مطالبات پر کبھی بھی توجہ نہیں دی۔

ایران کے اعلیٰ فوجی کمانڈروں اور حماس کی قیادت کے خلاف اسرائیلی کارروائیوں نے ایران کو مزید برہم کردیا ہے۔ اسرائیل کے یہ یکطرفہ اقدامات ایران کو اپنے اسٹریٹجک نظریے پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کرسکتے ہیں۔ لیکن اگر ایران اپنے دفاعی انداز میں تبدیلی کرتا ہے تو یہ دونوں فریقوں کے درمیان حالیہ میل جول کے باوجود سعودی عرب کے لیے تشویش کا باعث بن سکتا ہے، مزید یہ کہ فلسطینی کاز کو مشرق وسطیٰ کے ممالک کے قومی اور تزویراتی مفادات سے الگ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ سعودی عرب اور ایران کے درمیان موثر تعاون اس سے زیادہ ضروری کبھی نہیں تھا اور یہ وقت کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے، اس مرتبہ اس سمت میں کچھ نمایاں تبدیلی کی توقع کی جاسکتی ہے، مشرق وسطیٰ میں پائیدار امن اسی وقت قائم ہوسکتا ہے جب امریکہ خود کو اسرائیل نواز لابی کے اثر و رسوخ سے نکالے اور عالمی امن کے تحفظ اور انسانی حقوق کے دفاع کے لیے خود کو وقف کردے۔ یہ نہ صرف صحیح کام ہوگا بلکہ یہ اس کی ذمہ داری بھی ہے جسے امریکہ کو ادا کرنا ہوگا۔

THE NAQUEEB
UPI ID : 6201750233naqueeb@sbi
BHIM UPI

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیئے گئے کیو آر کوڈ اسکین کرکے آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کردیئے گئے موبائل نمبر پر خبر کردیں، رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798 (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔
WEEK ENDING-18/11/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے
Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421,9304022690